ابنِ صفی

جلد نمبر
19

جاسوسی دنیا

60- زہریلے تیر

61- پانی کا دھواں

62- لاش کا قہقہہ

63- ڈاکٹر ڈریڈ

جاسوسی دنیا نمبر 61

پانی کا دھواں

(دوسرا حصہ)

وہ لڑکی

حمید کا بکرا اگر آدمی ہوتا تو وہ یا تو اب تک خودکشی کر چکا ہوتا یا نقاد ہو جاتا اور اُردو غزل کے متعلق یہی خیال ظاہر کرتا کہ "اس" نیم وحشی صنفِ سخن کی گردن بے تکان مار دینی چاہئے کیونکہ حمید اس وقت بھی اُسے ایک غزل ہی سنا رہا تھا۔

مگر بکرے نہ تو خودکشی کرتے ہیں اور نہ تنقید۔ ویسے وہ اگر آدمی ہوتا تو یہ بھی ممکن تھا کہ غزل کی گردن مارنے کی بجائے حمید ہی کی گردن اڑا دیتا۔

حمید نے دوسری غزل شروع کی اور بکرے نے ہری ہری دوب پر منہ مارنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور غزل مکمل نہ ہو سکی۔ کیونکہ حمید نے اب نثر شروع کر دی۔ "ابے فلٹ ہیٹ پہن کر گھاس کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ چینیوں نے اتنی ترقی کی۔ جاپانی اتنے بڑھ گئے۔ مگر تو ہمیشہ بکرا ہی رہے گا۔"

تھوڑے ہی فاصلے پر فریدی بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا۔ سردیوں کی ایک صبح تھی اور ابھی نو بجے تھے۔ لان پر بکھری ہوئی دھوپ بڑی خوش گوار معلوم ہو رہی تھی۔

حمید کا خیال تھا کہ اگر اخبارات بھی اتنے انہماک کے ساتھ دیکھے جانے لگیں تو دنیا کی کم از کم آدھی آبادی پاگل ہو سکتی ہے۔ اس لئے پہلے تو وہ کچھ دیر تک بکرے کو غزلیں سناتا رہا پھر اخلاقیات پر لیکچر شروع کر دیا۔

فریدی نے ایک بار سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک طویل سانس لی اور اخبار ٹی پائی پر رکھ کر سگار سلگانے لگا۔

حمید بکرے سے کہہ رہا تھا۔ "بکریوں کے پیچھے مارے مارے پھرنا اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے۔ آئندہ اگر میں نے تجھے کسی بکری کو آنکھ مارتے دیکھا تو تیری کھال کھینچ کر کسی یتیم خانے کو بھجوادوں گا۔"

"گدھوں کی نصیحت سے بکرے اثر نہیں لیتے۔" فریدی بولا۔

"اسی لئے میں نے آج تک کوئی گدھا نہیں پالا۔" حمید نے جواب دیا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور اگلی سیٹ پر نظر پڑتے ہی حمید نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں بند کر لیں اور زبان نکال کر فریدی کی طرف مڑ گیا۔

کار سے اترنے والی ایک نوخیز لڑکی تھی، جس کی عمر زیادہ سے زیادہ سولہ سال رہی ہوگی۔

"کیا بیہودگی ہے۔" فریدی آہستہ سے غرایا اور حمید نے زبان اندر کر لی۔ ویسے اس کے ہاتھ اب بھی آنکھوں ہی پر تھے۔

لڑکی کار کے قریب کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔ ایک بار اس نے ان کی طرف بڑھنا چاہا۔ پھر رک گئی اور وہیں سے کھڑے کھڑے کہا۔ "میں کرنل فریدی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کیپٹن حمید سے ملنے کوئی نہیں آتا۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "خدا کرے دنیا کی ساری لڑکیاں پاگل ہو جائیں۔"

"ہاتھ نیچے گراؤ۔" فریدی نے دانت پیس کر کہا پھر لڑکی سے بولا۔ "ادھر تشریف لائیے۔"

لڑکی کچھ بوکھلائی ہوئی آگے بڑھی۔

"تشریف رکھئے۔" فریدی نے لان چیئر کی طرف اشارہ کیا۔

"مم.... میں.... فریدی صاحب سے ملنا چاہتی ہوں۔" لڑکی ہکلائی۔

پھر اس نے کنکھیوں سے اس بکرے کی طرف دیکھا جس کے سر پر فلٹ ہیٹ اس طرح جمائی گئی تھی کہ سینگیں باہر نکل آئی تھیں۔ گلے میں ٹائی لٹک رہی تھی اور پچھلی ٹانگوں پر کمر تک سرخ بلیزر کا پاجامہ تھا۔

"فرمایئے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"کرنل صاحب سے ملا دیجئے۔"

"آپ فریدی ہی سے ہم کلام ہیں۔"

حمید بکرے کا کان پکڑ کر اُسے پورچ کی طرف لے جا رہا تھا۔

"اوہو....!" لڑکی چونک سی پڑی۔ "معاف.... کک.... کیجئے گا۔"

"کوئی بات نہیں.... ہاں.... آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہیں۔"

"ہم.... ایک بڑی مصیبت.... میں پھنس گئے ہیں جناب۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر لڑکی کے سر پر تھی اور لڑکی سر جھکائے سینڈل کی نوک سے زمین پر پڑی ہوئی دیا سلائی کی ڈبیہ کو ادھر ادھر کر رہی تھی۔

"آپ سر فیاض سے واقف ہوں گے۔"

"سر فیاض۔ جی ہاں.... میں انہیں جانتا ہوں۔"

"وہ میرے دادا ہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ.... اچھا....!" فریدی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ ابھی کچھ اور بھی سننا چاہتا ہو۔

"دراصل میں انہیں کے لئے آئی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قصے کو کہاں سے شروع کروں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں غلطی پر نہیں ہوں اور آپ کی مدد کے بغیر حالات درست نہیں ہو سکتے۔"

"میں حالات ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"دیکھئے میں بتاتی ہوں۔ پچھلی شام ہم لوگ اپنی ذاتی لانچ میں فن آئی لینڈ گئے تھے۔ ہمارے ساتھ دادا جان بھی تھے۔ جب ہم فن آئی لینڈ کے ساحل پر پہنچے تو ہماری لانچ ایک سفید رنگ کی بڑی کشتی کے قریب رکی۔"

"سفید کشتی۔" فریدی یک بیک چونک پڑا۔

"جی ہاں.... اور دفعتاً دادا جان بُری طرح کانپنے لگے۔ اُنکے منہ سے عجیب طرح کی آواز نکل رہی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی خوفزدہ بچہ کچھ کہنا چاہے لیکن زبان ساتھ نہ دے۔"

"ہوں.... اُوں.... میں سن رہا ہوں۔ آپ کہتی رہئے۔"

"پھر وہ بیہوش ہو گئے اور ہمیں واپس آنا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ اس سفید کشتی پر کسی کو دیکھ کر

اُن کی یہ حالت ہوئی تھی۔ اب میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ محض میرا شبہہ تھا یا حقیقت۔ اس کشتی پر ایک لمبے چوڑے آدمی نے اس طرح اپنی فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکانے کی کوشش کی تھی جیسے وہ کسی شناسا کی نظروں سے بچنا چاہتا ہو۔"

"آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے.... پھر کیا ہوا....؟"

"ہم انہیں گھر لے آئے تقریباً تین گھنٹے بعد انہیں ہوش آ سکا لیکن اب تک ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہوئی۔"

"کیوں؟ ذہنی حالت ٹھیک نہ ہونے سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"وہ رہ رہ کر چیخ اٹھتے ہیں۔ ارے بوند آئی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیسی بوند، تو اپنے سر پر انگلی رگڑ کر کہتے ہیں.... یہ رہی۔"

"اوہ....!" فریدی نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

"اب سے تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ ان کا دماغ اسی طرح الٹ گیا تھا اور یہی رٹا کرتے تھے ارے بوند آئی۔ پھر کافی دنوں تک علاج ہوتے رہنے پر حالت سدھر گئی تھی۔"

"اچھا پچھلا واقعہ کیا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ پانچ یا چھ دنوں کیلئے تار جام گئے تھے۔ وہاں سے اس حالت میں واپس آئے۔"

"یعنی واپسی ہی اس دماغی خلل کی حالت میں ہوئی تھی۔"

"جی ہاں....!"

فریدی کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "کیا وہ تار جام سے تنہا واپس آئے تھے۔"

"جی نہیں۔ ہمارے ایک کارخانے کا منیجر انہیں لایا تھا۔"

"تار جام میں وہ کہاں رہے تھے۔"

"کہیں بھی نہیں۔ جس دن وہ وہاں پہنچے اسی دن منیجر انہیں واپس لایا تھا۔"

"ابھی تو آپ نے پانچ یا چھ دن کہے تھے۔"

"جی ہاں۔ یہاں سے جانے کے چھٹویں دن ہی وہ واپس آئے تھے لیکن منیجر کے بیان کے مطابق وہ اسی دن وہاں پہنچے تھے اور ان کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔"

"اوہ... تو آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ وہ پانچ دن انہوں نے کسی نامعلوم جگہ پر گذارے تھے۔"

"جی ہاں.... یہ بات آج تک نہ معلوم ہو سکی کہ وہ کہاں رہے تھے۔"

"کیا وہ تنہا گئے تھے۔"

"جی ہاں.... ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ڈرائیور بھی نہیں۔ کار انہوں نے خود ہی ڈرائیو کی تھی۔"

"انہوں نے کچھ نہیں بتایا کہ وہ پانچ دن کہاں گذارے تھے۔"

"جی نہیں۔ ذہنی حالت درست ہو جانے پر انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ وہ تار جام کے لئے گھر سے روانہ ہوئے تھے۔"

"اچھا وہ اس منیجر تک کس طرح پہنچے تھے۔"

"منیجر اس کے متعلق اتنا ہی بتا سکا تھا کہ وہ تار جام والے آفس میں یہی چیختے ہوئے گھسے تھے۔ "ارے بوند آئی۔" اور باہر ان کی کار موجود تھی۔"

"تو گویا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے تھے یا کوئی دوسرا پہنچا گیا تھا۔"

"جی ہاں.... وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

فریدی کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی بار بار پورچ کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ جہاں حمید بکرے کے پاس کھڑا غالباً اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"اچھا....!" کچھ دیر بعد فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "دماغی خلل کی حالت میں وہ اور کیا کہتے ہیں۔"

"ارے بوند کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ ان سے لاکھ پوچھا جاتا ہے کہ کیسی بوند۔ لیکن وہ کچھ نہیں بتاتے؟"

"خیر میں دیکھوں گا کہ کیا معاملہ ہے۔"

"کیا آپ ساتھ نہیں چل سکتے۔" لڑکی نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

"چل سکتا ہوں۔"

"اوہ.... بہت بہت شکریہ جناب۔"

تھوڑی ہی دیر بعد فریدی اور حمید اپنی کار میں سر فیاض کی قیام گاہ ارون لاج کی طرف جا رہے تھے۔ یہ شہر کی معدودے چند شاندار عمارتوں میں سے تھی اس کا مالک سر فیاض بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا۔

حمید نے پوچھا۔ "یہ لڑکی ہمیں کہاں لے جا رہی ہے۔"

"اپنے گھر....!"

لڑکی کی کار آگے تھی۔ حمید نے پائپ کا ایک لمبا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"ہم وہاں کتنے دن قیام کریں گے۔"

"جتنے دن تم چاہو۔"

"اس کی بڑی بہنیں بھی ہوں گی۔"

"زبان بند رکھو۔ اگر تم نے اس بکرے کو جلد ہی گھر سے نہ ہٹایا تو میں بہت بُری طرح پیش آؤنگا۔"

"آپ پہلے اپنے کتوں کا انتظام کیجئے۔ میں بکرے کے معاملے میں بہت زیادہ حساس واقع ہوا ہوں، لہٰذا مجھے توقع ہے کہ آپ اس مسئلے پر آئندہ بہت احتیاط سے گفتگو کریں گے۔"

"میں بہت احتیاط سے تمہیں چانٹا ماردوں گا۔"

"آپ کچھ بھی کیجئے بکرا وہیں رہے گا جہاں اب ہے ویسے میرا خیال ہے کہ آپ اس لڑکی کے تذکرے پر بکرے کے تذکرے کو ترجیح دیتے ہیں۔"

"حمید تمہیں کب عقل آئے گی۔ اس قسم کی گھٹیا حرکتیں سارا وقار خاک میں ملا دیتی ہیں۔"

"مجھے وقار سے قطعی دلچسپی نہیں ہے۔ میں معمولی آدمیوں کی طرح زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ وقار کے جراثیم ٹی۔ بی کے جراثیم سے بھی زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔"

"اچھا بکواس بند کرو۔" فریدی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا اور حمید خاموش ہو گیا۔

وہ اگلی کار والی لڑکی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لڑکی کافی دلکش تھی اور اس کی آواز میں بڑی جنسی کشش تھی۔

لیکن فریدی نے ابھی تک اس کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ ویسے حمید کا اندازہ تھا کہ وہ کسی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔

اگلی کار ارون لاج کے پھاٹک میں مڑ گئی۔

"ہائیں.... یہ تو ارون لاج ہے۔" حمید یک بیک اچھل پڑا۔

"ہاں.... اور وہ سر فیاض کی پوتی ہے۔"

"سر فیاض کی پوتی۔" حمید ہکا بکا رہ گیا۔ پھر بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ اتنے میں ان کی کار بھی ارون لاج کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

"کیوں.... تم ہنسے کیوں؟"

"کچھ نہیں...." حمید کی شرارت آمیز مسکراہٹ ابھی برقرار تھی۔

فریدی کچھ نہیں بولا۔ چپ چاپ کار سے اتر گیا۔

"آیئے... اِدھر آیئے۔" لڑکی نے کہا، جو اپنی گاڑی سے اتر کر پورچ کیطرف بڑھ رہی تھی۔

فریدی اور حمید آگے بڑھے۔

"بس چلے آیئے۔ یہ تکلفات کا موقع نہیں ہے۔ میں آپ کو سیدھے دادا جان کی خواب گاہ تک لے چلوں گی۔"

فریدی نے پھر حمید کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ دیکھی۔

وہ عمارت میں داخل ہو رہے تھے، لڑکی آگے بڑھی۔ حمید اب بھی مسکرا رہا تھا، اور فریدی اسے بار بار کچھ اس انداز میں دیکھنے لگتا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

لڑکی ایک جگہ رک گئی۔ وہ ایک کمرے کے سامنے تھے جس کے دروازے پر ایک کشادہ قامت اور صحت مند آدمی اس انداز میں کھڑا نظر آ رہا تھا جیسے وہ انہیں آگے نہیں جانے دے گا۔

"یہ کرنل فریدی ہیں۔" لڑکی نے اس آدمی سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"یہ دادا جان سے ملیں گے۔"

اس کی پیشانی پر تین چار شکنیں ابھریں اور پھر غائب ہو گئیں۔ اس نے بڑے ادب سے فریدی سے پوچھا۔ "کیا سر فیاض آپ سے بخوبی واقف ہیں۔"

"نہیں ہم ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہیں۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تب تو میں معافی چاہتا ہوں جناب۔" اس نے بڑی لجاجت سے کہا۔ "ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ انہیں اجنبیوں سے دور رکھا جائے۔"

دفعتاً اندر سے ایک روتی ہوئی سی آواز آئی۔ "بوند.... ارے بوند آئی۔"

فریدی لڑکی کی طرف مڑا اور لڑکی اس آدمی کو کھانے دوڑی۔ "ہٹ جاؤ سامنے سے ہم لوگ اندر جائیں گے۔ کرنل صاحب میری درخواست پر یہاں آئے ہیں۔"

"میں مجبور ہوں محترمہ۔" وہ دروازے پر جم گیا۔

"ارے بوند آئی.... مجھے ہٹاؤ.... ہٹاؤ یہاں سے۔" اندر سے پھر آواز آئی۔

"ہم اندر جائیں گے۔" لڑکی مٹھی باندھ کر ہاتھ جھٹکتی ہوئی بولی۔

"صرف آپ جا سکتی ہیں محترمہ۔"

فریدی بڑی توجہ سے دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

"اچھا....!" لڑکی نے غصیلی آواز میں کہا اور کمرے میں گھستی چلی گئی۔ فریدی اور حمید

وہیں کھڑے رہے۔

دفعتاً حمید نے اس آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہمارے وقت کی بربادی اس عمارت پر تباہی بھی لا سکتی ہے۔"

فریدی نے اُسے حیرت سے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ اس آدمی کی پیشانی پر پھر سلوٹیں ابھریں اور اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں نہیں سمجھا۔"

"کوئی بات نہیں۔" فریدی مسکرایا "غالباً صاحب زادی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شاید میں ان کے دادا جان کی علالت کے سلسلے میں کچھ کر سکوں۔"

"اوہ.... کیا آپ ڈاکٹر ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں...." فریدی نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اس کی طرف اپنا وزیٹنگ کارڈ بڑھاتا ہوا بولا۔ "آپ کا سر فیاض سے کیا تعلق ہے۔"

"میں ان کا پرائیویٹ سیکریٹری ہوں جناب۔" اس نے کارڈ پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ "مگر جناب مجھے حیرت ہے کہ محترمہ شکیلہ نے آپ کو کیوں تکلیف دی۔"

فریدی نے پھر حمید کے ہونٹوں پر وہی غصہ دلانے والی مسکراہٹ دیکھی۔

اتنے میں لڑکی بھی واپس آ گئی، اس کے چہرے پر جھلاہٹ اور مایوسی کے ملے جلے آثار تھے۔

"انہیں نیند آ گئی ہے۔" اس نے فریدی سے کہا۔

"ہم ہمیشہ جاگتے رہتے ہیں۔ پھر کبھی آئیے گا۔" فریدی بولا۔

"میں کیا بتاؤں۔ مجھے یقین ہے۔" لڑکی نے کچھ اور بھی کہنا چاہا لیکن فریدی واپس جانے کے لئے مڑ چکا تھا۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ حمید دونوں کے پیچھے تھا۔

لڑکی کہہ رہی تھی۔ "مجھے یقین ہے کہ دادا جان کی علالت قدرتی نہیں ہے۔ وہ کسی چکر میں پھنس گئے ہیں۔"

"کس چکر میں۔" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔

"اگر مجھے یہی معلوم ہوتا تو آپ کو اس طرح کیوں تکلیف دیتی۔"

دفعتاً حمید بولا۔ "کیا آپ کو وہ بھکارن یاد ہے محترمہ شکیلہ جو ایک رات اپنے ساتھ ایک نوجوان خوانچہ فروش کو ہارون الرشید کے محل میں لے گئی تھی اور دوسری صبح وہ خوانچہ والا شہر میں اپنے لئے ایک دوکان تلاش کرتا پھر رہا تھا۔"

لڑکی چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے حمید کو نیچے سے اوپر تک دیکھا اور پھر مسکرا کر بولی۔ "آپ کو اس کا علم کیسے ہوا۔"

فریدی بھی رک گیا۔ وہ حمید کو گھور تا رہا تھا۔

"مگر شکیلہ صاحبہ!" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "نہ ہم خوانچہ فروش ہیں اور نہ ہمیں کسی ہارون الرشید کا دربار متحیر کر سکتا ہے۔ آپ نے ہمارا بہت قیمتی وقت برباد کرایا ہے۔ اُسے ہمیشہ یاد رکھئے گا۔"

بندر کا تعاقب

لڑکی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اس نے مسکرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ فریدی اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"دو.... دیکھئے.... آپ غلط سمجھے۔" لڑکی ہانپتی ہوئی بولی۔ "میں سنجیدہ ہوں۔"

"سنجیدگی ہی کسی مذاق میں جان ڈالتی ہے۔" حمید کے لہجے کی خشکی بدستور برقرار تھی۔

"یہ مذاق نہیں تھا۔ آپ یقین کیجئے۔"

حمید فریدی کی طرف فاتحانہ انداز میں دیکھ کر مسکرایا۔ "لیکن فریدی نے اس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ دونوں چلتے چلتے رک کیوں گئے ہیں۔"

"یہ مذاق نہیں تھا۔ میں بھی سمجھتا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "پھر.... اب آپ کیا چاہتی ہیں۔"

"میں معذرت کرنا چاہتی ہوں۔" لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہو سکتا ہے میں غلطی ہی پر ہوں۔"

"ضروری نہیں کہ آپ غلطی ہی پر ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "میں ہر وقت اس کیس پر ہمدردی سے غور کر سکتا ہوں۔"

"تو آپ اسے کیس تسلیم کرتے ہیں۔" لڑکی جلدی سے بولی۔

"ممکن ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ہاں وہ سفید کشتی فن آئی لینڈ کے کس ساحل پر دیکھی تھی آپ نے۔"

حمید سفید کشتی کے تذکرے پر فریدی کو گھورنے لگا۔

"جی ہاں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے.... کیا وہ کسی بحری فوج سے متعلق تھی۔"

"میں نے اس پر اس قسم کا کوئی نشان نہیں دیکھا جسکی بناء پر اسے بحری فوج کی کشتی سمجھ سکتی۔"

"کیا وہ آپ کی لانچ سے بڑی تھی۔"

"جی ہاں.... وہ ہماری لانچ سے چار گناہ زیادہ بڑی رہی ہو گی۔"

"بادبانی کشتی؟"

"جی نہیں.... اس میں موٹر ہی تھی.... اوہ.... ہم یہاں کھڑے کیوں ہیں۔ اسٹڈی میں چلئے۔"

"نہیں.... شکریہ۔" فریدی نے کہا۔ "آپ کی لانچ اس وقت کہاں ہو گی۔"

"وہ ساحل ہی پر رہتی ہے۔ اس وقت بھی ہو گی۔ کرائے پر چلنے والی لانچ نہیں ہے۔"

"کیا آپ فن آئی لینڈ تک چل سکیں گی۔ میں وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں آپ کو سفید کشتی نظر آئی تھی۔"

"میں ضرور چلوں گی۔"

"تو آیئے۔"

حمید متحیر تھا۔ اُسے علم تھا کہ فریدی عرصہ سے کسی سفید کشتی کی فکر میں ہے، لیکن یہاں اس کا تذکرہ کیا معنی رکھتا تھا۔ اُسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ گھر پر اُن دونوں میں کس مسئلے پر گفتگو ہوئی تھی، کیونکہ وہ تو اپنے بکرے سمیت وہاں سے ٹل ہی گیا تھا۔

وہ عمارت سے باہر آئے۔ فریدی نے لڑکی سے کہا۔ "میری ہی گاڑی میں چلئے۔ میں آپ کو یہاں چھوڑ جاؤں گا۔"

حمید کی حیرت لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ لڑکی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ حمید فریدی کے ساتھ ہی بیٹھا اور کار بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

"کیا سر فیاض کا سیکریٹری ان کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"بہت زیادہ....!" لڑکی نے جواب دیا۔

"یہ کتنے دنوں سے ان کی ملازمت میں ہے۔"

"تین سال سے۔ مگر آپکو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ انکے معاملات میں بہت زیادہ دخیل ہے۔"

"یہ میرا اندازہ ہے۔"

"کمال ہے۔" لڑکی نے حیرت ظاہر کی۔

"ارون لاج میں سر فیاض کے کتنے اعزہ رہتے ہیں۔"

"میں ہوں۔ میری ممی اور ڈیڈی۔ میری دو چھوٹی بہنیں۔"

"مگر مجھے حیرت ہے کہ سر فیاض کی تیمار داری صرف سیکریٹری کو کرنی پڑتی ہے۔"

"دادا جان بیچارے بہت سیدھے آدمی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مردود انہیں بلیک میل کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"انداز کچھ ایسا ہی ہے۔" لڑکی طویل سانس لے کر بولی۔ "وہ ان پر چھایا ہوا ہے۔ آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہئے۔ وہ حقیقتاً اس سے خائف رہتے ہیں۔ خود انہوں نے گھر بھر کو تاکید کر رکھی ہے کہ مخدوم کے معاملات میں کوئی دخل نہ دے۔ مخدوم اس کا نام ہے۔"

"اوہو.... تب تو واقعی آپ کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"آپ مجھے بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں۔"

لڑکی کچھ نہ بولی اور حمید ہولے ہولے کراہنے لگا۔ فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"انہیں سب وجوہات کی بناء پر میں نے آپ کو تکلیف دی تھی۔"

"کیا اس دن لانچ پر آپ لوگوں کے ساتھ سیکریٹری بھی تھا۔"

"جی ہاں.... وہ بھی تھا۔"

"یہ تو آپ جانتی ہی ہوں گی کہ وہ کہاں رہتا ہے۔"

"ہمیشہ ارون لاج ہی میں رہتا ہے۔ اس تین سال کے عرصے میں میں نے اُسے کبھی چھٹی لیتے بھی نہیں دیکھا۔ اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"آپ کے متعلق بھی تو کوئی کچھ نہیں جانتا۔" حمید بول پڑا۔

"دیکھئے آپ نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں۔ ان معاملات کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"کن معاملات کا۔" فریدی نے پوچھا اور لڑکی ہنسنے لگی۔

"یہ معاملات آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔" حمید نے منہ بنا کر خشک لہجے میں کہا۔

فریدی نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ شائد وہ اس لڑکی کی موجودگی میں حمید سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔

کاربندرگاہ کے علاقے میں داخل ہو رہی تھی۔

"مغربی گوشے کی طرف چلئے۔" لڑکی نے کہا۔ "ہماری لانچ اُدھر ہی رہتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ کشتی بان موجود ہی مل جائے۔"

"کوئی دوسرا لانچ لے لیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ وہ سفید کشتی اس وقت بھی ہمیں وہاں موجود مل جائے۔" لڑکی نے کہا۔

"نہیں.... ضروری نہیں ہے۔ میں تو صرف وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں وہ اس دن نظر آئی تھی۔"

"ہاں.... یہ بھی اپنی یادداشت کی مدد سے بتا سکوں گی۔"

فن آئی لینڈ ساحل سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ دراصل ایک عمدہ تفریح گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ شہری لوگ یہاں آؤٹنگ کے لئے آتے تھے۔ اس کی رونق کیلئے کوئی دن مخصوص نہیں تھا۔ تقریباً روز ہی یہاں شہری مصروفیتوں سے اکتائے ہوئے لوگوں کے جم غفیر نظر آتے تھے۔

وہ تینوں ایک لانچ میں بیٹھ کر فن آئی لینڈ کے لئے روانہ ہوگئے۔

"آپ کس ایئر میں پڑھتی ہیں۔" فریدی لڑکی سے پوچھ رہا تھا۔

"سیکنڈ ایئر میں۔ دراصل مجھے پڑھنے سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔"

"پھر کیوں وقت برباد کر رہی ہیں۔" حمید نے کہا۔

"وقت گزارنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ ابھی تک ہاتھ نہیں آیا۔"

"آپ مجھ سے ملی ہوتیں۔" حمید نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ "میں اب تک درجنوں کا بیڑا پار کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"اوہ.... کچھ نہیں.... بس سماجی خدمت.... ماحول سے اکتائی ہوئی لڑکیوں کو راہِ راست پر لگا دیتا ہوں۔"

"میں ماحول سے اکتائی نہیں ہوں۔"

"تب تو پھر ٹھیک ہے۔"

"آپ اکثر یہاں آتی رہتی ہوں گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"اس سے پہلے کبھی آپ کو وہاں وہ کشتی نظر آئی تھی۔"

"اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتی۔ وہ تو اُس دن واقعہ ہی ایسا پیش آیا تھا کہ وہ کشتی

میرے ذہن میں محفوظ ہو گئی۔ ورنہ کتنی ہی کشتیاں نظروں سے گذرتی رہتی ہیں۔"

حمید کشتی کے تذکرے سے اکتا گیا تھا۔

"یہ مذاق کتنی دیر میں ختم ہو گا شکیلہ صاحبہ۔" اس نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ یہ مذاق نہیں ہے۔"

"تم بہت دیر سے کسی مذاق کا تذکرہ کر رہے ہو۔" فریدی بولا۔

"الف لیلیٰ کی داستان ہے۔" حمید نے کہا اور لڑکی ہنسنے لگی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر حمید بولا۔ "سردیوں کی ایک رات تھی۔ کوئنس روڈ پر ایک خوانچے والا مونگ پھلی بیچ رہا تھا کہ نوجوان بھکارن اس کے قریب آئی۔ بھکارن بڑی خوبصورت تھی۔ اس کے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح نازک تھے اور آنکھوں سے ستارے جھانکتے تھے۔"

"فضول باتیں۔" لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر شرمیلے انداز میں کہا۔

حمید فریدی کو آنکھ مار کر مسکراتا ہوا بولا۔ "بھکارن خوف زدہ تھی۔ اس نے خوانچے والے سے کہا کہ وہ اسے اس کے ٹھکانے تک پہنچا دے کیونکہ اسے ایک آدمی کی طرف سے خطرہ ہے۔ خوانچے والے کی رال ٹپک پڑی۔"

"آپ پھر بے کار باتیں کرنے لگے۔" لڑکی نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بہر حال وہ خوانچے والا اسے اس کے گھر تک پہنچانے پر آمادہ ہو گیا۔ مگر جب وہ عظیم الشان عمارت کے سامنے پہنچا تو اس کے قدم رکنے لگے۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ اس کی اندھی ماں اسی کمپاؤنڈ میں ایک جھونپڑی میں رہتی ہے۔ مالک مکان ایک شریف آدمی ہے، جس نے رحم کھا کر رہنے کو جگہ دے دی ہے۔ خوانچے والے کو اطمینان نہ ہوا۔ اس کی جیب میں دن بھر کے کمائے ہوئے تین چار روپے تھے وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ کسی بدمعاش کی کارندہ نہ ہو۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا۔ دو تین آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔"

فریدی بہت زیادہ توجہ اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ اس نے ایک بار لڑکی پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید پائپ کے دو تین کش لے کر بولا۔ "تھوڑی ہی دیر بعد اس نے خود کو ایک بہت بڑے کمرے میں پایا جہاں قرون وسطیٰ کے کسی شہنشاہ کی سی محفل گرم تھی۔ ناچ ہو رہا تھا اور دو رویہ چند لوگ بیٹھے سر دھن رہے تھے، جیسے ہی وہ وہاں پہنچا تخت پر بیٹھے ہوئے شہنشاہ نے ناچ رکوا دیا اور بولا۔ ارے یہ باختر کا شہزادہ کہاں سے آ گیا۔ غرضیکہ اس بیچارے نے ایک الف لیلوی رات

گذار دی۔ بہترین قسم کے کھانے کھائے۔ عہد قدیم کا قیمتی لباس پہنا اور جب صبح ہونے کو آئی تو اس کی اچھی طرح مرمت کرنے کے بعد اسے پانچ ہزار روپے دیئے گئے اور مونگ پھلیوں کا خوانچہ ضبط کر لیا گیا۔ دو دن تک تو وہ تقریباً نیم دیوانہ سا رہا پھر جب اُسے یقین آ گیا کہ وہ پانچ ہزار اسی کے ہیں تو اس نے اپنے نئے بزنس کی بنیاد ڈالی اور اب وہ شہر کے بڑے جنرل مرچنٹس میں سے ہے۔"

لڑکی ہنستی رہی پھر بولی۔ "کسی زمانے میں ہماری تفریحات کچھ اسی قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ یہاں ایک نہیں کئی تاجر ہماری تفریحات ہی کی بناء پر اپنی موجودہ حیثیت بنا سکے ہیں۔ اوہو.... کتنی دلچسپ چیز ہوتی تھی ان لوگوں کی بوکھلاہٹ ان میں سے کئی لوگوں کو تو میں نے اپنے جسموں میں بار بار چٹکیاں لیتے بھی دیکھا تھا۔ جیسے انہیں اپنی بیداری پر یقین ہی نہ ہو۔"

وہ ہنستی رہی اور حمید بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ "مجھے تو اس وقت علم ہوا جب آپ لوگ اپنے یہ طریقہ تفریح ترک کر چکے ہیں۔ ورنہ ایک ہی رات زندگی بھر کے لئے کافی ہوتی۔"

"کیا ہماری یہ حرکتیں غیر قانونی تھیں۔" لڑکی نے فریدی سے پوچھا۔

فریدی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر آپ لوگوں کے خلاف کیس ضرور بن سکتا تھا۔ بشرطیکہ تفریح کا شکار ہونے والا کوئی آدمی اس پر تیار ہو جاتا۔"

لڑکی نے اس جملے کی وضاحت نہیں چاہی۔ غالباً وہ اس مسئلے پر فریدی سے متفق تھی۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "آج تک ایسی کوئی مثال میری نظروں سے نہیں گزری جب کسی دادا نے اپنی تفریح کے لئے پوتی کو استعمال کیا ہو۔"

"آج تک میں نے کوئی ایسا پڑھا لکھا آدمی نہیں دیکھا، جو بکروں سے دل بہلاتا ہو۔" لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "گو مجھے کیپٹن حمید صاحب سے ملنے کا شرف پہلے کبھی نہیں حاصل ہوا لیکن ان کے متعلق میری معلومات وسیع ہیں۔"

"ہیں نا....!" حمید چہک کر بولا۔ "پھر آپ خود ہی سمجھتی ہوں گی کہ کیپٹن حمید کو بیوقوف بنانے کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔"

"کیا آپ لوگوں کو اب تک یہی شبہ ہے کہ میں آپ کا وقت برباد کر رہی ہوں۔"

"ایسے حالات میں شبہ ہو بھی سکتا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی رومانٹک ڈرامہ ہو۔"

"میں کس طرح یقین دلاؤں۔" لڑکی نے بے بسی سے کہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔

"آپ ان ڈاکٹروں سے معلوم کر سکتے ہیں جو دادا جان کا علاج کر رہے ہیں۔ کیا کرنل رحمان

غیر سنجیدہ آدمی ہیں۔ کیا ڈاکٹر مکرجی ہمارے کسی مذاق میں شریک ہو سکتے ہیں.... کیا ڈاکٹر۔"

"اوہ....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں نے صرف خیال ظاہر کیا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا خیال درست ہی ہو۔"

"آپ مجھے بتائیے کہ فی الحال کون سی مہم درپیش ہے۔" حمید نے فریدی سے کہا۔ "پھر میں فیصلہ کر سکوں گا کہ اصلیت کیا ہے۔"

فریدی نے کم از کم الفاظ میں لڑکی کی داستان دہرائی اور پھر بولا۔ "فی الحال تم کوئی فیصلہ نہ کر سکو گے۔"

"کیوں نہ کر سکوں گا۔ یہ داستان بھی کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ معلوم ہوتی ہے۔"

"جاسوسی ناولوں کے پلاٹ بھی انسانی ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں تو یقین نہیں کر سکتا۔ آپ کیجئے۔" حمید بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آپکے یقین یا بے یقینی کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔" لڑکی چڑھ کر بولی۔

"کیا؟ یہ آپ مجھ سے کہہ رہی ہیں۔ یعنی کیپٹن حمید سے۔"

"جی ہاں آپ سے کہہ رہی ہوں۔"

"اوہو.... ہم پہنچ گئے۔" فریدی بولا۔

وہ فن آئی لینڈ سے بہت قریب تھے۔ فریدی نے لڑکی سے کہا۔ "اب آپ بتائیے لانچ کدھر کھڑی کی جائے۔ میں صرف وہ جگہ دیکھنا چاہتا ہوں جہاں آپ کو سفید کشتی نظر آئی تھی۔"

لانچ کی رفتار بہت سست ہو گئی۔ لڑکی کے اشارے پر لانچ کا رخ موڑا گیا اور پھر لڑکی کے بیان کے مطابق لانچ ٹھیک اسی جگہ پر رک گئی جہاں اس نے سفید کشتی دیکھی تھی۔

وہ لانچ سے اتر گئے۔ جزیرہ بناوٹ کے اعتبار سے کسی پہاڑی علاقے کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ کہیں غار تھے اور کہیں اونچے اونچے ٹیلے۔ جہاں کہیں بھی مسطح زمین ملی تھی، عمارتیں بنادی گئی تھیں۔ پارک اور باغات ترتیب دیئے گئے تھے، اکثر بار بردار جہازی کمپنیوں کے دفاتر بھی یہیں تھے۔

اچانک حمید نے فریدی کو ایک جانب نشیب میں تیزی سے اترتے دیکھا اور قبل اس کے حمید آگے بڑھتا وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ نشیب کے کسی غار میں جا گرا ہو۔ حمید کے پیچھے لڑکی بھی دوڑی اور بدستور دوڑتی رہی پھر وہ مسطح زمین پر پہنچ گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

حمید نے ان غاروں کی طرف دیکھا جنہیں وہ اوپر چھوڑ آیا تھا لیکن آخر فریدی ان غاروں

میں کیوں اترنے لگا۔ حمید آج پہلی بار یہاں نہیں آیا تھا۔ پورا جزیرہ اس کا دیکھا ہوا تھا۔ اُسے علم تھا کہ یہ غار سانپوں اور دوسرے زہریلے کیڑوں مکوڑوں سے پُر ہیں۔

"کیا فریدی صاحب کو بندروں سے اتنی ہی دلچسپی ہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

"وہ ایک بندر کے پیچھے دوڑے تھے۔"

"دیکھئے.... میں ایسے مواقع پر مذاق نہیں پسند کرتا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"ارے.... آپ کو ہو کیا گیا ہے آخر۔ یہاں جو بات بھی زبان سے نکلی۔ مذاق مذاق۔ کیا سمجھتے ہیں آپ۔ میں دن رات مذاق ہی کیا کرتی ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ حالانکہ اس جزیرے میں بندروں کی کثرت تھی۔ لیکن ابھی اس وقت اُسے قریب وجوار میں ایک بھی بندر نہیں نظر آیا تھا۔ بندر عموماً کناروں سے دور ہی دور رہتے تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا لڑکی متجسسانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"آپ کس کے مشورہ پر ہم لوگوں کے پاس آئی تھیں۔" حمید نے پوچھا۔

"میں نے کسی سے مشورہ نہیں لیا تھا۔" لڑکی نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آخر آپ کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آتا۔ کیا آپ کی تفریحات عام آدمیوں کی تفریحات سے مختلف نہیں ہوتیں۔ پھر آپ ایک ذمہ دار آفیسر کیوں ہیں۔ آپ کا محکمہ آپ پر کیسے اعتماد کرتا ہے۔ آدمی اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں تو غیر سنجیدہ نہیں رہتا۔"

"میری بات الگ ہے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "مجھے بچپن ہی میں پاگل کتے نے کاٹا تھا۔"

"اب کیا یہ بات آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ وقت اچھا گزر سکتا ہے۔ اُسے نہ اس کے دادا کی پر اسرار علالت سے دلچسپی تھی اور نہ اس سفید کشتی سے جس کے لئے فریدی یہاں تک آیا تھا البتہ اگر لڑکی کا بیان درست تھا تو وہ اس بندر میں ضرور دلچسپی لے سکتا تھا جس کے پیچھے فریدی نے دوڑ لگائی تھی۔

"آپ نے کچھ دیر پہلے میرے بکرے کا تذکرہ بہت بدتمیزی سے کیا تھا۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

"آپ شائد مجھ سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔" لڑکی مسکرائی۔ "لڑنا جھگڑنا میرا محبوب مشغلہ ہے۔"

"آپ اس وقت دنیا کی ساری عورتوں کی نمائندگی کر رہی ہیں۔"

"اوہ.... وہ....!" دفعتاً لڑکی نے چونک کر ایک طرف اشارہ کیا۔ حمید ادھر دیکھنے لگا۔ اوپر کے ایک غار سے فریدی باہر آرہا تھا۔ وہ جلد ہی ان تک پہنچ گیا۔

"مجھے افسوس ہے۔" اس نے لڑکی سے کہا۔ "میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکوں گا۔ اگر آپ واپس چلی جائیں تو بہتر ہے۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو میری کار استعمال کر سکتی ہیں۔ میں واپسی پر اُسے ارون لاج سے لے لوں گا۔"

ننھا آدمی

لڑکی خاموش رہی۔ اس نے کچھ کہنے کیلئے ہونٹ ضرور ہلائے تھے لیکن پھر چپ ہی رہی تھی۔

"پھر آپ نے وعدہ کیوں کیا تھا۔" حمید نے کچھ اس انداز میں کہا جیسے اس وعدہ خلافی کی بناء پر لاکھوں کا نقصان ہو گیا ہو۔

"کوئی بات نہیں ہے جناب۔" لڑکی جلدی سے بولی۔ "میں تنہا چلی جاؤں گی۔ آپ کی گاڑی لے جانے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں ساحل سے ٹیکسی کر لوں گی۔ مگر آپ شائد کسی بندر کے پیچھے دوڑے تھے۔"

"ہاں....!" فریدی ہنسنے لگا۔ "مجھے بندر بہت اچھے لگتے ہیں۔"

"کیا؟" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"بندر.... بس....!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میرے خیال میں یہ وہی بڑا بندر تھا جسے لوگوں نے اکثر سگریٹ پیتے بھی دیکھا ہے۔" لڑکی بولی۔

"میں نے تو سنا ہے کہ وہ یونیورسٹی سے فلسفے کی کلاس بھی لیتا ہے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

فریدی چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم انہیں ارون لاج چھوڑ کر گھر چلے جانا۔"

"اور اگر میں ان کے ساتھ ارون لاج ہی میں رہ جاؤں تو آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"اعتراض مجھے ہونا چاہئے۔" لڑکی ہنسنے لگی۔ "کرنل صاحب کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"بس جاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

وہ دونوں چل پڑے۔ فریدی وہیں رہا اوپر پہنچ کر حمید نے کہا۔ "یہاں کے ریستوران میں جھینگے بہت اچھے فرائی کئے جاتے ہیں۔"

"جھینگے مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

"تو پھر ایک ایسا ہوٹل بھی ہے یہاں جہاں بھینس مسلم بھی مل جائے گی۔"

"میں صرف کافی پینا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر آیئے۔ مجھے یہ جزیرہ بہت پسند ہے۔ اگر یہاں زمین مل سکتی تو ایک چھوٹا بنگلہ تعمیر کراتا۔"

"کاش مجھے یہاں ایک قبر ہی کی زمین مل سکتی۔ مجھے بھی یہ جزیرہ بہت پسند ہے۔"

"آپ کس عمر میں مرنا پسند کریں گی۔"

"جس عمر میں بھی کوئی ایسا ساتھی مل گیا جو میرے ساتھ ہی مرنا پسند کرے ورنہ دوسری دنیا کی تنہائی مجھے کھا جائے گی۔ اب آج کل میں بہت شدت سے بور ہوں۔"

"کیوں بور ہیں؟"

"دادا جان کی علالت۔ ہم دونوں بہترین ساتھی تھے۔"

"ایسے سعادت مند داداؤں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا دادا تو بڑا خونخوار آدمی تھا۔ پتہ نہیں جنت میں فرشتوں سے اس کی کیسے بنتی ہوگی۔"

"اوہو....! آپ بڑے بے درد آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مرے ہوئے لوگوں کا تذکرہ اس طرح نہیں کرتے۔"

"میں مجبور ہوں۔ اس دادا کی وجہ سے میری زندگی برباد ہوگئی۔"

"کیوں....؟"

"کچھ نہیں۔ وہ خود فوج میں جمعدار تھا۔ جب میں بی۔اے کر چکا تو مجھے کمیشن دلوا دیا۔ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا لیکن جنگ چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی۔ پھر میں نہیں جانتا کہ مجھے فوج سے محکمہ سراغ رسانی میں کیوں دھکیل دیا گیا۔"

"اوہ.... تو آپ کو یہ زندگی پسند نہیں۔"

"قطعی نہیں....!"

"حالانکہ کسی دوسرے شعبے میں آپ اتنی شہرت نہیں حاصل کر سکتے تھے۔"

"خیال ہے.... آپ کا.... اگر مجھے لڑکیوں کا سپہ سالار بنا دیا جائے تو میں ساری دنیا کا بیڑا غرق کر سکتا ہوں۔ پھر اس شہرت کا کیا پوچھنا۔"

وہ ایک ریستوران میں داخل ہوئے۔ حمید نے جھینگوں اور کافی کا آرڈر دیا۔

بیٹھتے ہی پچھلا تذکرہ پھر چھڑ گیا۔

"یہ کرنل فریدی کس طرح آئے تھے اس محکمے میں۔ کیا وہ بھی فوج میں تھے۔"

"یہ دماغی فتور کا نتیجہ ہے۔ آکسفورڈ سے ایم اے کیا۔ کرمنالوجی پر عرصہ تک تحقیق کرتے رہے۔ کچھ دن لیبورٹری ورک بھی کیا اور اس کے بعد تھانیدار ہو گئے.... خدا کی پناہ۔"

"تھانے دار ہو گئے کیا مطلب....!"

"پولیس ٹریننگ میں چلے گئے جس کے لئے ہمارے میٹرک پاس نوجوان بے تاب رہا کرتے ہیں، بہر حال کچھ دن تھانے دار رہے پھر محکمہ سراغ رسانی میں چلے آئے۔ اس وقت سے اب تک یہیں ہیں اور مرنے کے بعد شاید دفتر ہی کے کسی حصے میں دفن کر دیئے جائیں۔"

"بیوی بچے کیوں نہیں ہیں۔"

"ہاں....!" حمید ایک طویل انگڑائی لے کر بولا۔ "اس سوال کا جواب ذرا مشکل ہے۔" وہ جسم سکوڑ کر مسکرایا۔ پھر آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ "بچے اس لئے نہیں ہیں کہ بیوی نہیں ہے۔ بیوی کیوں نہیں ہے اس کا جواب وہ خود ہی دے سکیں گے۔"

"آپ اپنی کہئے۔" لڑکی مسکرائی۔

"میں....!" حمید نے ایک طویل سانس لی اور دردناک آواز میں بڑبڑایا۔ "ایک ایسے آدمی کے اسسٹنٹ سے کون شادی کرے گا جو بندر پکڑنے دوڑتا ہو۔"

اس کے لہجے پر لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی پھر بولی۔ "مجھے خود بھی حیرت ہے کہ فریدی صاحب اس بندر کے پیچھے کیوں دوڑے تھے انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ اسے پکڑنا چاہتے ہوں۔"

"بس یہی باتیں ہیں جن کی بناء پر کوئی لڑکی مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ مگر ہاں.... آپ نے اس بندر کے متعلق کچھ کہا تھا شاید یہی کہ وہ سگریٹ بھی پیتا ہے۔"

"جی ہاں.... میں اُسے یہاں کئی بار دیکھ چکی ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بہت پرانا بندر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا قد چار فٹ سے بھی زیادہ ہو۔ معمولی بندروں سے بہت بڑا۔ لوگ اُسے کھانے کو دیتے ہیں اور وہ سگریٹ بھی پیتا ہے۔ اکثر اشارے سے سگریٹ مانگتا ہے۔"

"میں بھی اکثر یہاں آیا ہوں۔ لیکن ایسا کوئی بندر مجھے نہیں دکھائی دیا۔"

"ابھی کچھ ہی دنوں سے دکھائی دینے لگا ہے۔ مشہور ہے کہ وہ کسی جہاز سے اس جزیرے میں کود آیا تھا۔"

حمید کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی اسے غور سے دیکھ رہی تھی، اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں

میز پر لگانے لگا۔ اس کے چلے جانے پر لڑکی بولی۔

"میں نے آج تک جھینگے نہیں کھائے۔"

"آج کھا کر دیکھو۔ بعض لوگ جھینگوں سے نفرت کرتے ہیں مگر وہی لوگ بکروں کی اوجھڑیاں تک کھا جاتے ہیں۔"

"میں نہیں کھاؤں گی۔ میں گوشت بہت کم کھاتی ہوں۔"

"یہ بڑی اچھی عادت ہے.... خیر ہاں.... کچھ نہیں.... دراصل میں ابھی تک یہی نہیں سوچ سکا کہ ہمیں کس قسم کی گفتگو کرنی چاہئے۔"

"اسی قسم کی گفتگو کہ اگر آپ کو لڑکیوں کا سپہ سالار بنادیا جائے تو آپ ساری دنیا کا بیڑہ غرق کردیں۔ آپ بیٹھے کیوں ہیں.... کافی بنائیے۔"

"میں نے آج تک کسی لڑکی کے لئے یہ نہیں کیا۔"

"میں لڑکا ہوں۔"

"وہ تو میں شروع ہی سے محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن کافی آپ ہی کو بنانی پڑے گی۔"

"میرا نام شکیلہ ہے حمید صاحب۔"

"صورت بھی ایسی ہی ہے۔ اتنی حسین آنکھیں میں نے آج تک نہیں دیکھیں۔"

"مجھے اس قسم کی شاعرانہ باتوں سے دلچسپی نہیں ہے۔"

حمید خاموشی سے جھینگے کھاتا رہا اور کافی ٹھنڈی ہوگئی۔ شکیلہ کو شاید اس کی اس حرکت پر غصہ آرہا تھا لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔ ویسے اس کے چہرے پر اچھے آثار نہیں تھے۔

"شام بھی یہیں گذارنے کو دل چاہتا ہے۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

میں تو اب جاؤں گی۔"

"آپ جاسکتی ہیں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

اور شکیلہ سچ مچ اٹھ گئی۔ حمید اسے باہر جاتے دیکھتا رہا۔ اس نے کافی نہیں پی تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو حمید نے ویٹر کو بلا کر دوسری کافی لانے کو کہا۔

پہلے اس کا ارادہ تھا کہ شکیلہ کے ساتھ ہی شہر واپس جائے گا مگر اب اس بندر کے تذکرے نے اسے رکنے پر مجبور کردیا تھا۔ ظاہر ہے کہ فریدی اسی بندر کے لئے یہاں رک گیا تھا ورنہ سفید کشتی کا تو کہیں پتہ بھی نہیں تھا ان اطراف میں اسے سفید رنگ کی کوئی کشتی نہیں نظر آئی تھی۔ سفید کشتی کا واقعہ بھی کافی پُراسرار تھا۔ ادھر تقریباً ایک ماہ سے وہ کشتی ساحل کے قرب وجوار میں

دیکھی جارہی تھی اور وہ جب بھی کالا گھاٹ کے قریب سے گزرتی اس کے آدھ ہی گھنٹے بعد ایک برہنہ لاش ساحل سے آلگتی۔ اب تک کی رپورٹ یہی تھی تقریباً آٹھ لاشیں اب تک مل چکی تھیں اور آٹھوں بار وہ کشتی کالا گھاٹ کے قریب دیکھی گئی تھی۔

فریدی کو ان دنوں سفید کشتی کا میڈیا ہو گیا تھا۔ وہ جب بھی کسی سفید کشتی کا تذکرہ سنتا پوری طرح متوجہ ہو جاتا اور کبھی کبھی اس سلسلے میں کافی بھاگ دوڑ بھی رہتی۔ چنانچہ آج بھی ایک سفید کشتی کا تذکرہ ہی ان دونوں کو یہاں تک لایا تھا۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ کسی بندر کا وجود بھی اس کشتی سے متعلق ہو۔ حمید سوچتا رہا۔ اس کے خیال کے مطابق یہ بھی ممکن تھا کہ فریدی کی توجہ بندر کی غیر معمولی جسامت نے اپنی طرف منعطف کرائی ہو۔

اس نے کافی ختم کی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ریستوران کے باہر کافی چہل پہل نظر آرہی تھی۔ آج اتوار ہونے کی بناء پر صبح ہی سے یہاں خاصی بھیڑ ہو گئی تھی۔

تمباکو نوشی کے بعد وہ اٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا ممکن ہے فریدی واپس ہی چلا گیا ہو۔ مگر پھر خیال آیا کہ اگر جلد ہی واپسی کا امکان ہوتا تو فریدی اسے لڑکی کے ساتھ نہ جانے دیتا۔

بہر حال وہ ریستوران سے باہر نکلا اور اب وہ پھر اسی طرف جارہا تھا جہاں فریدی کو چھوڑ کر آیا تھا۔ مگر اس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے۔ وہ ایک دبلا پتلا اور دراز قد آدمی تھا۔ حمید نے اُسے ریستوران میں بھی دیکھا تھا اس نے سوچا ممکن ہے یہ اتفاق ہو۔ مگر نہ جانے کیوں وہ اسے سرسری طور پر نہ ٹال سکا۔ وہ اس سلسلے میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ اس کا اندازہ کر لینا مشکل نہیں تھا۔ حمید یونہی بے مقصد ایک طرف مڑا اور پیچھے دیکھے بغیر چلتا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ رکا اور پتھر پر بیٹھ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ تعاقب کرنے والا تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اخبار فروش سے گفتگو کرتا ہوا نظر آیا۔ حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی تک پہنچنے کا خیال ترک کر دینا چاہئے۔ پتہ نہیں یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر فریدی نے اسے حالات سے باخبر رکھا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اس وقت کسی نہ کسی طرح اس کا ہاتھ بٹاتا۔

حمید بیٹھا پائپ پیتا رہا۔ وہ آدمی بھی ایک اخبار خرید کر اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھ گیا تھا اور اخبار کو اس طرح اٹھائے ہوئے پڑھ رہا تھا کہ حمید اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔

یہاں اس جگہ صرف وہی دونوں نہیں تھے بلکہ بہتیرے لوگ چلتے چلتے تھک کر اِدھر اُدھر بیٹھے تکان دور کر رہے تھے۔ حمید نے سوچا کہ کچھ دیر یہاں ضرور بیٹھے گا۔

پھر وہ آدھے گھنٹے سے پہلے نہیں اٹھا۔ تعاقب کرنے والا بھی بدستور اسی انداز میں اخبار پڑھتا رہا تھا۔ اٹھتے وقت حمید نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ بھی اٹھا تھا یا نہیں، لیکن جب گھاٹ پر پہنچ کر وہ ایک لانچ میں بیٹھنے لگا تو کنارے پر اسے وہی آدمی دکھائی دیا لیکن اس کے انداز سے یہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی کسی لانچ میں بیٹھے گا۔

دس منٹ بعد لانچ نے کنارا چھوڑ دیا لیکن تعاقب کرنے والا بدستور کنارے ہی پر کھڑا رہا۔ گویا وہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ حمید جزیرے سے جا چکا ہے۔

حمید سمجھا تھا کہ شاید یہ تعاقب جاری ہی رہے گا لیکن اسے اس پر حیرت بھی نہیں تھی۔ ممکن ہے صرف جزیرے ہی کی حد تک اس کی موجودگی کسی کے لئے باعث تشویش رہی ہو۔

حمید آج بڑے اچھے موڈ میں تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ آج بہت دونوں بعد شکیلہ جیسی کسی اسمارٹ لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایسی لڑکیوں کی ہم نشینی گو اس کے ذہن کے باریک ترین ریشوں پر اثر انداز ہوتی تھی مگر تفریح ضرور ہو جاتی تھی اور ایسی تفریح کو وہ ہمیشہ صحت مند تفریح کا نام دیا کرتا تھا۔

لانچ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ اس پر کئی مسافر بھی تھے۔ دو تین لڑکیاں تھیں۔ حمید نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن شاید وہ یا تو انتہائی کوڑھ مغز تھیں یا انتہائی شریف۔ آخر تھک ہار کر حمید نے ان کے ساتھ کی ایک چھوٹی بچی کو گاہے گاہے منہ چڑھانا شروع کر دیا۔ بچی بھی جواباً اسے منہ چڑھاتی اور کھل کھلا کر ہنس پڑتی۔

دفعتاً ایک لڑکی نے دوسری کو مخاطب کر کے بلند آواز میں کہا۔ "شکیلہ جیسی لفنگیوں کے ساتھ دیکھا جانے والا کوئی شریف آدمی نہیں ہو سکتا۔"

حمید نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ.... شکیلہ....!" دوسری نے کہا۔ "تم اسے لکھ لو۔ وہ کبھی نہ کبھی جیل ضرور جائے گی۔"

"کیوں.... جیل کیوں جائے گی۔" تیسری نے پوچھا۔

"وہ ارجن پورے کے ایک گھٹیا سے مکان میں رہتی ہے لیکن کالج کار میں آتی ہے اور جب دیکھئے نئی کار۔"

"آوارہ ہے؟" تیسری نے سوال کیا۔

"پتہ نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ڈاکوؤں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔"

پہلی لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "تم دونوں جھک مار رہی ہو۔"

"کیوں؟" دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں۔

"وہ یہاں کے بہت بڑے سرمایہ دار فیاض کی پوتی ہے۔"

"بکواس.....!" دوسری لڑکی بولی۔

"تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتیں۔" پہلی نے کہا۔

"مزید بکواس....." دوسری لڑکی مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسی اور پھر بولی۔ "تم شائد افیون کھا گئی ہو۔ ارے میں نے اُسے درجنوں بار ارجن پورے کے ایک مکان سے نکلتے دیکھا ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہاں اُس کا کوئی دوست رہتا ہو۔"

"سر فیاض کی پوتی کا دوست ارجن پورے میں رہے گا؟ شاید بھنگ پی رکھی ہے تم نے۔"

"بھنگ پینے والی کو کیا کہا جا سکتا ہے۔" تیسری لڑکی نے پوچھا۔

"بھنگن.....!" دوسری لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی۔

پہلی لڑکی نے بُرا سا منہ بنایا اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس وقفے میں ایک بار اس کی نظر حمید پر بھی پڑی۔ وہ اب بھی ننھی بچی کو منہ چڑھا رہا تھا۔

"آج شام کو چلو میرے ساتھ۔" دوسری لڑکی نے کہا۔ "میں تمہیں اُسے ارجن پورے میں دکھا دوں گی۔"

"جہنم میں جھونکو۔" پہلی لڑکی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "مجھے کیا پڑی ہے کہ اس کے لئے جھک مارتی پھروں۔"

پھر لانچ ساحل سے جا لگا۔ سارے مسافر اتر گئے اور لڑکیاں مختلف راستوں پر ہو لیں۔

حمید اس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا جس نے شکیلہ کے متعلق خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ ڈاکوؤں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مقصد یہ نہیں تھا کہ حمید اس کے بیان کو صداقت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتا تھا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ وہ شکیلہ کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکا تھا۔ اس لئے چاہتا تھا کہ اتوار کا دن بے کاری میں نہ گذرے۔

ایک جگہ اس نے لڑکی کے قریب پہنچ کر کہا۔ "کیا آپ میری ایک بات سنیں گی۔"

لڑکی چونک کر مڑی اور وہیں رک گئی۔ وہ شاید اب تک اس تعاقب سے بے خبر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف اور حیرت کے ملے جلے آثار نظر آ رہے تھے۔

"کیا بات ہے۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"شکیلہ کے متعلق کچھ گفتگو کریں گے۔ غالباً آپ نے اُسے میرے ساتھ فن آئی لینڈ میں

دیکھا ہو گا۔"

"جی ہاں.... دیکھا تھا۔"

"یہ بہت ضروری اور اہم بات ہے یعنی کہ میرے مستقبل کا انحصار اس پر ہے۔"

"مگر میں کسی شکیلہ کو نہیں جانتی۔"

"اوہ....!" حمید کی آواز دردناک ہو گئی۔ "ابھی آپ اعتراف کر چکی ہیں کہ آپ مجھے وہاں شکیلہ کے ساتھ دیکھ چکی ہیں۔"

"اوہ.... میں کہنا چاہتی تھی کہ میں شکیلہ کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"لیکن لانچ میں آپ نے اس کے متعلق بعض بہت ہی عجیب قسم کے انکشافات کئے تھے، جو کم از کم میرے لئے دل ہلا دینے والے تھے۔"

لڑکی چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔

"آپ کا شکیلہ سے کیا تعلق ہے۔"

"ارے وہ میری منگیتر ہے اور آپ کی زبانی یہ معلوم کر کے وہ ارجن پورے کے کسی مکان میں رہتی ہے میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔"

"اوہ.... واقعی آپ کو صدمہ پہنچا ہو گا۔" لڑکی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"بہت زیادہ.... میں آپ کا مشکور ہوں گا اگر آپ مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیں۔"

"ضرور.... ضرور.... میں جو کچھ بھی جانتی ہوں آپ کو بتاؤں گی۔"

"آیئے تو پھر کہیں چل کر بیٹھیں۔"

"کہاں۔"

"کسی ریستوران میں۔"

"نہیں.... یہ مناسب نہیں۔ اگر میرے کسی عزیز نے دیکھ لیا تو.... آپ تو جانتے ہی ہیں کہ متوسط طبقے کے لوگ کتنے تنگ نظر ہوتے ہیں۔"

"بے شک.... بے شک۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "بے حد تنگ نظر ہوتے ہیں۔ مگر میں نے صرف سنا ہے تجربہ نہیں ہے کیونکہ میرا تعلق متوسط طبقے سے نہیں ہے۔ اچھا خیر! اسے جانے دیجئے۔ کیوں نہ ہم کسی ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کے چکر لگاتے رہیں۔"

"اوہ.... مگر وہ اور زیادہ خطرناک ہو گا۔"

"کچھ بھی ہو۔ کوئی ہمیں دیکھ ہی نہ سکے گا۔ میں کھڑکی کے پردے کھینچ دوں گا۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" لڑکی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

تقریباً دس منٹ انتظار کرنے کے بعد انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ حمید نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے۔ ڈرائیور اسٹیئرنگ پر جھکا ہوا معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

ٹیکسی چل پڑی اور حمید نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔

"شکیلہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ سر فیاض کی پوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ میں بھی سر افضال کا لڑکا ہوں۔ شاید آپ نے نصیر آباد کے سر افضال کا نام سنا ہو۔ نہیں سنا خیر بہر حال ہم لوگوں کی پوزیشن بھی سر فیاض سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

"آپ خود بتایئے کہ آخر سر فیاض کی پوتی ارجن پورے میں کیوں رہے گی۔ میں آپ کو اس کا مکان بھی دکھا سکتی ہوں۔"

"ضرور.... ضرور.... میں آپ کا شکر گذار ہوں گا۔"

"بس اب معاملہ میری سمجھ میں آگیا۔" لڑکی سر ہلا کر بولی۔ "وہ آپ ہی جیسے بڑے آدمیوں کو پھانس کر کالج میں یہ جتاتی پھرتی ہے کہ اس کا تعلق بھی ایک بڑے گھرانے سے ہے۔ وہ آپ لوگوں کی کاریں بھی استعمال کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ آئے دن نئی نئی کاروں میں کالج آتی رہتی ہے۔"

"اوہ.... میرے خدا.... میرا سر چکرا رہا ہے۔" حمید نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کہا۔

"اگر آپ اس کے باپ کو دیکھ لیں تو ہنستے ہنستے آپ کا بُرا حال ہو جائے۔"

"باپ....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ بھی وہیں ارجن پورے میں رہتا ہے۔"

"جی ہاں.... اور وہ اس کا باپ نہیں بلکہ بچہ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں....؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"اس کا قد بہت چھوٹا ہے اور اتنا دبلا پتلا۔ ٹنڈے جیسا آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس کے چہرے پر اتنی جھریاں ہیں کہ خدا کی پناہ لیکن اس کی آنکھیں بہت چمکدار ہیں۔"

یک بیک حمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ تو ایک ایسے آدمی کا حلیہ بیان کر رہی تھی جس کی تلاش فریدی کو عرصہ سے ہے۔ مگر شکیلہ سے اس کا کیا تعلق؟ حمید نے ذہن میں بیک وقت ہزاروں بجلی کے پنکھے چلنے لگے۔

"دیکھئے....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہمیں حقیقتاً ارجن پورے ہی کی طرف چلنا چاہئے۔ آپ مجھے وہ مکان دکھا دیجئے۔"

"چلئے۔"

حمید نے ڈرائیور سے ارجن پورے کی طرف چلنے کو کہا۔

حمید کو یاد آیا کہ اس سے ایک غلطی بھی ہو چکی ہے۔ اس نے ساحل پر اتر کر ان لڑکیوں ہ تعاقب شروع کر دیا تھا اور یہ بات اس کے ذہن سے اُتر گئی تھی کہ فریدی کی کار ساحل ہی پر موجود ہے۔ فریدی نے اس سے کہا تھا کہ واپسی پر وہ کار لیتا جائے گا۔ ہو سکتا ہے فریدی نے پھر اس حصے کی طرف رخ ہی نہ کیا ہو جہاں کار چھوڑی تھی۔ حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ آج کل شہر میں کاروں کی چوری کی وارداتیں بہت زیادہ ہو رہی تھیں۔

ارجن پورے میں پہنچ کر اس نے وہ مکان دیکھا۔ مگر اس وقت وہ باہر سے مقفل تھا۔

"میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "اب آپ جہاں فرمائیں آپ کو پہنچا دیا جائے۔"

"میں سولہ جیمس اسٹریٹ میں رہتی ہوں۔ مگر آپ مجھے ریکسٹن اسٹریٹ میں اتار دیجئے گا۔"

"بہت بہتر۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "اور نام پوچھنا تو یقیناً بد تمیزی میں شمار ہو گا۔"

"اوہ نہیں۔" لڑکی بھی مسکرائی۔ "میرا نام سعیدہ ہے۔"

"شکریہ۔"

حمید نے اُسے ریکسٹن اسٹریٹ میں اتار دیا اور اب وہ پھر جلد سے جلد بندرگاہ کے علاقے میں پہنچنا چاہتا تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی بندرگاہ کی طرف جا رہی تھی۔

فریدی کی کار اُسے دور ہی سے نظر آ گئی۔ مگر اس کے اندر کوئی موجود تھا۔ حمید ٹیکسی رکوا کر اتر پڑا۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنے کے بعد وہ پیدل ہی فریدی کی کار کی جانب چل پڑا۔ قریب پہنچ کر وہ متحیر رہ گیا کیونکہ کار کی پچھلی نشست پر شکیلہ نیم دراز تھی۔ وہ سو نہیں رہی تھی لیکن اس نے حمید کی طرف دیکھنے کی بھی زحمت نہیں گوارا کی۔

"اے محترمہ.....!" حمید نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ یہاں اس طرح کب سے بیٹھی ہیں۔"

"شروع ہی سے۔ میں فریدی صاحب کی منتظر ہوں۔"

"کیوں.....؟"

"میں انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ کیپٹن حمید صاحب سو فیصدی ناکارہ قسم کے آدمی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کی بھی مٹی پلید ہو رہی ہے۔"

"کیا تمہیں میری ناکارگی کا تجربہ ہوا ہے۔"

"ہاں کیپٹن حمید صاحب۔ میں فریدی صاحب کو یہ بتاؤں گی کہ جزیرے میں ایک آدمی حمید صاحب کا تعاقب کرتا رہا تھا اور حمید صاحب اس سے بالکل لاعلم تھے۔"

"یہ تعاقب کب تک جاری رہا تھا۔"

"جب تک حمید صاحب کا لانچ جزیرے سے رخصت نہیں ہو گیا تھا۔"

حمید اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتا رہا۔

جال

شکیلہ فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ انداز فاتحانہ ہوتا۔ تب بھی اُس وقت کی مسکراہٹ حمید کو دل کش نہ معلوم ہوتی۔ نہ جانے کیوں اس لڑکی کو وہاں موجود پا کر اُسے تاؤ آ گیا تھا۔

"ہاں.... کیپٹن اور کچھ.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔" اس نے چڑھانے والے انداز میں کہا۔

حمید کو بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا مگر وہ مسکرا کر بولا۔ "تم ان فضولیات میں نہ پڑو۔ بڑی خشک اور اکتا دینے والی باتیں ہیں۔ مجھے اس تعاقب کا علم ہے۔ میں نے اسے جزیرے میں ہی چھوڑا تھا۔ کیا اس کی چال میں ہلکی سی لنگراہٹ نہیں تھی۔"

"اوہ....!" لڑکی نے حیرت سے کہا۔ "پھر آپ نے اسکے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھایا۔"

"اگر لڑکی ہوتا تو چپل مار دیتا.... اور اس سے کہتا کیوں او خدائی خوار پرائی بہو بیٹیوں کا تعاقب کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ خدا تجھے اتنی بہو بیٹیاں عطا کرے کہ تجھے گھبرا کر خودکشی کر لینی پڑے وغیرہ وغیرہ۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اپنے محکمے سے صرف باتیں بنانے کی تنخواہ وصول کرتے ہیں۔"

"ارے ہٹاؤ بھی یہ قصہ۔ شہر واپس چل رہی ہو۔"

"نہیں.... میں کرنل صاحب کا انتظار کروں گی۔"

"تو پھر گاڑی سے اتر جاؤ۔ میں واپس جا رہا ہوں۔"

"ابھی تک کہاں تھے؟"

"کہیں بھی نہیں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گیا اور مشین اسٹارٹ کی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ:...!"

"بس دیکھتی رہئے۔" حمید نے کہا اور کار حرکت میں آ گئی۔

"آپ زیادتی کر رہے ہیں میں کرنل صاحب سے ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی اور اب اترنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔

"کیا مقصد ہے۔" شکیلہ نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کو رومینٹک قسم کی تفریحات پسند ہیں نا۔"

"ہاں.... ہیں تو پھر.....!"

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ اس وقت کی تفریح آپ کو زندگی بھر یاد رہے گی۔"

"آ.... چھا.... چلئے یہی سہی۔" لڑکی نے کچھ ایسے انداز میں کہا جیسے کسی بچے سے گفتگو کر رہی ہو۔

حمید اور زیادہ چڑھ گیا لیکن خاموش ہی رہا۔ کار ارجن پورے کی طرف جا رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس مکان کے سامنے رک گئی جس کے متعلق حمید کو بتایا گیا تھا کہ شکیلہ وہاں اکثر دیکھی گئی ہے۔ مکان اب بھی مقفل ہی تھا۔

"ہم کچھ دیر کے لئے اس مکان کے اندر چلیں گے۔"

"کیا مطلب....!" شکیلہ نے ناخوش گوار لہجے میں پوچھا۔

"مکان کے اندر چلنا ہے ہمیں۔ کیا آپ اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں چاہتی ہیں۔"

"آپ بدتمیز ہیں۔"

"میں تمہیں ابھی اور اسی وقت پولیس کی حراست میں دے سکتا ہوں۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ کس خوشی میں جناب کپتان صاحب۔" شکیلہ نے زہر خند کے ساتھ پوچھا۔

"یہ تو میں اس مکان میں چلنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس میں پڑے قفل کی کنجی تمہارے وینٹی بیگ ہی میں موجود ہو گی۔"

"اوہ....!" لڑکی سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گئی۔ اس کے ہونٹوں پر غصہ دلانے والی مسکراہٹ تھی۔

"کنجی نکالو.... ورنہ میں قفل توڑ دوں گا۔"

"تکلیف نہ اٹھایئے کپتان صاحب۔" شکیلہ اپنا وینٹی بیگ کھولتی ہوئی بولی۔ "کنجی حاضر ہے۔ پچھلے زمانے میں ایک بزرگ لال بجھکڑ بھی گزرے ہیں۔ مگر اُن دنوں کپتانی کا عہدہ نہیں ہوا کرتا تھا۔"

حمید نے کنجی لیتے ہوئے کہا۔ "نیچے اتر آؤ۔ میں تنہا نہیں جاؤں گا۔"

"چلئے کپتان صاحب۔" شکیلہ کار سے اتر آئی۔ "آپ سچ مچ اس وقت شرلاک ہومز ہو رہے ہیں۔"

"میں بعض اوقات جھلاہٹ میں تھپڑ بھی مار دیا کرتا ہوں۔" حمید آپے سے باہر ہو گیا۔

"میں یونہی تفریحاً منہ بھی نوچ لیا کرتی ہوں۔"

حمید اپنا نچلا ہونٹ چباتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔ اُسے اتنی شدت سے غصہ آیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہو گئی۔ اُس نے قفل میں کنجی گھمائی اور دروازہ کھول کر اندر گھس پڑا۔

اُسی کے ساتھ ہی شکیلہ بھی داخل ہوئی اور وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ سامنے دالان تھا اور اس کے دونوں جانب دو کوٹھریاں تھیں۔

حمید کو دراصل اس چھوٹے قد کے آدمی کی تلاش تھی جس کا تذکرہ وہ اس لڑکی سعیدہ سے سن چکا تھا۔ اُس نے دائیں جانب والی کوٹھری کے کیواڑوں کو دھکا دیا وہ کھل گئے، حمید بالکل اسی انداز میں اندر داخل ہوا جیسے اپنے شکار کی موجودگی کا یقین ہو مگر کوٹھری خالی پڑی تھی۔ حمید الٹے پاؤں باہر آیا۔ اب دوسری کوٹھری پر اس کی نظر تھی۔ شکیلہ مسکرا رہی تھی۔ حمید کچھ اسی طرح بوکھلایا ہوا سا نظر آرہا تھا کہ دیکھنے والوں کو اُسی پر ہنسی ہی آسکتی تھی۔ اس بار شکیلہ بھی اس کے ساتھ کوٹھری میں گھس پڑی۔ اس کوٹھری میں ایک طرف ایک الماری پر حمید کو کچھ کاغذات نظر آئے اور وہ جھپٹ کر انہیں الٹنے پلٹنے لگا۔

"آخر کس چیز کی تلاش ہے کپتان صاحب کو۔" شکیلہ نے اپنے مخصوص غصہ دلانے والے لہجے میں کہا۔ مگر حمید شائد کسی واضح ثبوت کے ہاتھ آجانے سے پہلے غصہ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ اب تک اُسے کچا ہی چبا گیا ہوتا۔

دفعتاً اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور اچھل کر مڑا۔ دروازہ حقیقتاً کسی نے باہر سے

بند کیا مگر کس نے؟ شکیلہ تو وہیں اس کے پاس کھڑی تھی۔ اور اس کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار تھے۔ دفعتاً اس نے کہا۔ "اوہ! میں سمجھی لیکن.....!"

دوسرے ہی لمحے میں اُس نے اپنے وینٹی بیگ سے پستول نکالتے ہوئے جملہ پورا کر دیا۔ "اگر تم نے مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو بے دریغ فائر کر دوں گی۔"

سیاہ رنگ کے ننھے سے پستول کا رخ حمید کی طرف تھا۔ حمید نے دو تین بار پلکیں جھپکائیں اور بند دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

باہر کی آہٹوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کئی آدمی ہیں۔

"تم کیا سمجھتی ہو۔ اب جو کچھ بھی ہوگا اسکی تمام تر ذمہ داری تم پر ہوگی۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"میری طرف ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔"

"میں یہیں کھڑے کھڑے تمہیں جہنم میں دھکیل سکتا ہوں۔" حمید دانت پیس کر بولا اور پھر اس نے بھی اپنا ریوالور نکال لیا۔

"ایک چوہیا پستول دکھا کر مجھے بے بس نہیں کر سکتی۔"

شکیلہ نے حیرت سے اُسے دیکھا چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا تم سنجیدہ ہو۔"

"تمہارا دماغ خراب ہوا ہے لڑکی۔ تم کیپٹن حمید سے گفتگو کر رہی ہو۔"

"تب پھر شاید ہم دونوں کے دماغ خراب ہو گئے ہیں۔" لڑکی نے بے بسی سے کہا۔

"باہر کتنے آدمی ہیں۔" حمید نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔ میں کیا بتا سکتی ہوں۔"

"ان سے کہو دروازہ کھول دیں، ورنہ یہ مذاق انہیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"خدا کی قسم میں کچھ نہیں جانتی اور یہ کیا ہو رہا ہے میں تو سمجھی تھی کہ تم مجھے پریشان کرنا چاہتے ہو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اب بھی دروازے ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے ریوالور جیب میں ڈال کر اپنی ناک مضبوطی سے بند کر لی۔ اس نے سنتھلک گیس کی بو محسوس کی تھی لیکن کب تک.... وہ زیادہ دیر تک ناک بند نہ رکھ سکا۔ کیونکہ ویسے ہی دم گھٹنے لگا تھا۔ اُس نے شکیلہ کو چکرا کر گرتے دیکھا پھر تھوڑی دیر میں اس پر بھی بے بسی اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔

غشی کے بعد ہوش میں آنا آسان ہی ہوتا ہے لیکن ہوش آنے کے بعد کی ذہنی حالت کو یقینی طور پر ہوش نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ہوش تو حواس خمسہ کی بیداری کا نام ہے مگر جس ظاہری

تبدیلی کو ہوش کہا جاتا اسے حواس خمسہ کی بیداری نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً حمید کی آنکھیں کھل گئی تھیں وہ چاروں طرف دیکھ سکتا تھا۔ نزدیک و دور کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن اسے اس چوٹ کا احساس نہیں تھا جو اُس کے سر کے پچھلے حصے میں آئی تھی وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر آہستہ آہستہ اُسے سر کی چوٹ کا احساس ہوتا گیا اور زبان جو کچھ دیر پہلے منہ کے اندر پتھر کا ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی خشک ہونٹوں تک آنے لگی۔

اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر شکیلہ پڑی ہوئی تھی اور اُسے اب تک ہوش نہیں آیا تھا۔ حمید اٹھ کر بیٹھ گیا سر کے دکھتے ہوئے حصے پر انگلیاں رکھیں تھوڑی سی جگہ خون سے چپچپا رہی تھی۔ یہ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا مگر یہاں ارجن پورے والے مکان کی کوٹھری کی سی گھٹن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اوپر چاروں طرف روشن دان تھے اور ان سے ہوا آ رہی تھی۔

حمید کے لئے اب یہ سمجھنا دشوار تھا کہ وہ کن حالات کا شکار ہوا ہے۔ اس لڑکی کی حیثیت اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کیا اس نے اسے پھنسایا تھا۔ یا وہ خود بھی کسی بہت بڑے فریب میں مبتلا تھی۔ اگر وہ خود ہی ان حالات کی ذمہ دار تھی تو اُس کا مقصد کیا تھا، وہ خود ہی تو نہیں انہیں اپنے ساتھ لائی تھی۔

حمید فریدی کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ پتہ نہیں کہاں اور کس حال میں ہوگا۔ ہو سکتا ہے اس کا بھی یہی انجام ہوا ہو۔ پھر اُسے وہ بندر یاد آیا جس کے پیچھے فریدی دوڑا تھا۔

اس نے شکیلہ کی طرف دیکھا جس نے کراہ کر کروٹ لی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں اور وہ حمید ہی کی طرف دیکھ رہی تھی، پھر وہ اٹھ بیٹھی کچھ دیر تک آنکھیں ملتی رہی پھر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تقریباً دس منٹ تک دونوں خاموش رہے۔

"یہ تم نے کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ میں کہاں ہوں۔" شکیلہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سینکڑوں بار ایسے حالات سے دوچار ہو چکا ہوں۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔

شکیلہ چند لمحے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "شاید ہم دونوں ہی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

کچھ دیر پہلے حمید نے اس کے امکانات پر غور کیا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔ "کیسی غلط فہمی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ نے مجھے کسی چکر میں پھنسایا ہے اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس کی ذمہ دار ہوں۔"

"میں یہی سمجھتا ہوں کہ ابھی تک تم لوگوں کا مذاق جاری ہے۔"

"اس خیال کو دل سے نکال دیجئے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کن لوگوں کی حرکت ہے۔" شکیلہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ٹھہریئے۔ آپ کو اس مکان کے متعلق کیسے معلوم ہوا تھا۔"

"کیا یہ اسی مکان کا کوئی حصہ ہے۔" حمید نے اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر سوال کیا۔

"نہیں....!"

کچھ دیر کیلئے سکوت طاری ہو گیا۔ پھر حمید نے اُسے بتایا کہ کس طرح اُس نے لانچ پر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کی گفتگو سنی اور کس طرح ایک لڑکی نے ارجن پورے کے اس مکان کا پتہ بتایا تھا۔

"تب تو یہ یقیناً کوئی سازش ہے۔ اس مکان میں کوئی ایسا آدمی نہیں رہتا تھا جس کا حلیہ آپ بیان کر رہے ہیں اور نہ میں کسی ایسے آدمی سے واقف ہوں۔ آپ وہاں آس پاس کے آدمیوں سے بھی دریافت کر سکتے ہیں اس مکان میں دراصل ایک نابینا غریب عورت رہتی تھی جس کا پچھلے ہفتے انتقال ہو گیا۔ وہ شہر کے ایک فٹ پاتھ پر بھیک مانگا کرتی تھی میں نے اُسے ماں بنایا اور اس مکان میں لے گئی... چلئے... اگر آپ اُسے بھی میری تفریح ہی سمجھتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن وہاں ایسا کوئی آدمی نہیں تھا جس کا قد ساڑھے چار فٹ یا اس سے کچھ زیادہ رہا ہو۔"

حمید خاموش رہا۔ وہ کسی الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔

"اگر یہ سازش ہے تو اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"مقصد۔ خدا جانے.... لیکن.... اگر یہ دادا جان کی علالت ہی کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے تو یہ محکمہ سراغ رسانی کے لئے ایک عجیب و غریب کیس ہو گا۔"

"سر فیاض کی علالت کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے۔" حمید اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"بس یہی کہ وہ قدرتی نہیں ہے۔ لیکن میں اس کے لئے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں رکھتی۔"

"غیر قدرتی سمجھنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔"

"وجہ.... دیکھئے جب پہلی بار ان پر اس قسم کی کیفیت طاری ہوئی تھی تو وہ اس سے تین دن قبل غائب رہے تھے، یعنی جس دن انہیں تار جام پہنچ جانا چاہئے تھا اس کے تین دن بعد پہنچے تھے اور وہ ہوش میں نہیں تھے۔ ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ پھر دوسری بار۔"

"مجھے معلوم ہے تم بتا چکی ہو۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"مگر اب اس قید کا کیا مطلب۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُسے لڑکی کے بیان پر اب بھی شبہ تھا۔ دوسری طرف شکیلہ کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی تھی۔ وہ بار بار کچھ کہنے کا ارادہ کرتی مگر پھر خاموش رہ جاتی، حمید اُسے محسوس کر رہا تھا لیکن اس نے اس سے کچھ پوچھا نہیں۔ وہ کافی دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ بیکار نہ بیٹھنا چاہئے کچھ نہ کچھ شروع کر دینے کے بعد ہی ان معاملات میں شکیلہ کی پوزیشن واضح ہو سکتی ہے۔ وہ اُس کے متعلق یقین اور شبہے کی کشمکش میں مبتلا نہیں رہنا چاہتا تھا۔

وہ اٹھا اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں بہت ہی معمولی قسم کا فرنیچر نظر آ رہا تھا۔ چھ کرسیاں تھیں اور ایک بڑی میز جس میں متعدد درازیں تھیں۔ غالباً وہ لکھنے کی میز تھی کیونکہ اُس پر قلم دان کچھ کاغذات اور شیشے کے دو تین پیپر ویٹ رکھے ہوئے تھے۔ میز کے بائیں جانب ایک الماری تھی جس میں بڑا سا قفل لٹکا ہوا تھا۔

حمید آگے بڑھ کر میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹنے لگا۔ ان پر تحریریں تھیں لیکن حمید انہیں سمجھ نہیں سکا کیونکہ وہ کسی ایسی زبان میں تھیں جس سے وہ قطعی نابلد تھا ویسے حروف رومن ہی کے تھے۔ انگریزی کے علاوہ حمید فرنچ اور جرمن بھی جانتا تھا۔ لیکن وہ تحریریں نہ تو فرنچ میں تھیں اور نہ جرمن میں۔

وہ میز پر جھکا دوسری چیزیں بھی دیکھتا رہا لیکن لڑکی کی طرف سے غافل نہیں ہوا۔ دفعتاً اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور چونک کر مڑا۔ لیکن اس کمرے کے سارے دروازے بند تھے مگر شاید اس سے ملا ہوا کوئی دوسرا کمرہ بھی تھا کیونکہ ایک دروازے کے اُدھر سے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"کیا وہ ہوش میں آ گئے۔" کسی نے انگریزی میں پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" دوسری آواز آئی۔ "اب دیکھیں گے۔"

حمید بڑی پھرتی سے فرش پر لیٹ گیا اور شکیلہ کو بھی اپنی تقلید کا اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور کسی نے کہا۔ "مگر یہ فریدی تو نہیں ہے۔"

"اس کا اسسٹنٹ ہے۔" جواب دیا گیا۔ "یہ محض اتفاق ہے کہ وہ نہیں پھنس سکا اور لڑکی پھر بیچ میں آ کودی۔ ہمیں یقین تھا کہ یہ فریدی کو حالات سے مطلع کر دے گی اور پھر یہ دونوں اس مکان میں داخل ہوں گے۔ مگر یہ لڑکی۔"

"کیا تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"نہیں.... ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر وقت حکم ہی کے منتظر رہا کریں۔"

"تم نے ایک زبردست غلطی کی ہے، اگر ان لوگوں کو چھیڑا تھا تو دونوں کو لائے ہوتے.... ورنہ....!" وہ آدمی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

تلاش

کرنل فریدی نے فون کا ریسیور رکھ کر سگار سلگایا۔ دو تین کش لئے اور پر اُسے ایش ٹرے میں مسلتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "شکیلہ واپس آئی.... اوہ.... ابھی نہیں.... کیپٹن حمید بھی ابھی تک نہیں آئے.... جی ہاں.... میں شکیلہ کی عادتوں سے بخوبی واقف ہوں.... اسی لئے تشویش ہے.... اور میرا اسسٹنٹ بھی کم شریر نہیں ہے، ویسے آپ مطمئن رہئے۔ وہ بُرا آدمی بھی نہیں ہے.... جی نہیں.... اوہ کوئی بات نہیں.... اگر آپ لوگ مطمئن ہیں کہ وہ کسی غیر معمولی حالات کا شکار نہیں ہوئے تو میں بھی مطمئن ہو جاؤں گا۔ ویسے میں نے یہ اقدام محض آپ کے خاندان کے ایک فرد کی شکایت ہی پر کیا تھا۔ ہاں اگر یہ شکیلہ صاحبہ کی شرارت تھی تو.... خیر چلئے.... درگذر کرتا ہوں.... ویسے انہیں سمجھائیے کہ پولیس سے اس قسم کی شرارت کا نتیجہ تفریح کی شکل میں کبھی نہیں ظاہر ہوتا۔"

فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک ملازم طشتری میں کسی کا وزیٹنگ کارڈ لئے کھڑا تھا۔

"اوہ.... یہیں بھیج دو۔" فریدی نے کارڈ دیکھ کر نوکر سے کہا۔ وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سگار کیس سے سگار نکالا اور اس کا کونہ توڑ ہی رہا تھا کہ لیڈی انسپکٹر ریکھا کمرے میں داخل ہوئی۔

فریدی نے سر کی جنبش سے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا میں اپنی رپورٹ پیش کروں۔" ریکھا نے مسکرا کر کہا۔

"ضرور.... مگر بعض اوقات تمہارے انداز گفتگو سے تمسخر جھلکنے لگتا ہے۔"

"ارے.... نہیں۔" ریکھا سنجیدہ نظر آنے لگی اور ساتھ ہی کچھ خفیف سی مسکراہٹ بھی۔

"رپورٹ....!" فریدی نے دروازے کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی کار دو بجے تک وہیں دیکھی گئی ہے جہاں آپ نے کھڑی کی تھی لیکن اُس میں ایک

لڑکی تھی۔ یونہی بیکار بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ دو بجے ایک نوجوان وہاں آیا اور کار کو لے گیا۔ لڑکی اس وقت بھی پچھلی نشست پر موجود تھی۔ نوجوان کا حلیہ وہی تھا جو کیپٹن حمید کا ہو سکتا ہے۔ لڑکی کی عمر پندرہ اور بیس کے درمیان ہو گی وہ کشمشی رنگ کی پتلون اور سبز جیکٹ میں تھی۔"

"شکیلہ....!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"لیکن.... آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"پریشانی کی بات۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہیں واقعات کا علم نہیں ہے۔"

اس نے آج صبح کا واقعہ دہرایا کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "پریشانی کی بات یہ ہے کہ جزیرے میں مجھے ایک بندر کا تعاقب کرنا پڑا۔"

"بندر کا تعاقب.... پریشانی کی بات۔" ریکھا نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... وہ معمولی بندر سے بہت بڑا تھا۔ یعنی اس کا قد ساڑھے چار فٹ ضرور رہا ہو گا۔"

"اوہ.... تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ جزیرے کے اس بندر کے متعلق میں نے بھی سنا ہے۔ رنگت معمولی بندروں کی سی ہے لیکن قد سے وہ کوئی چھوٹا سا گوریلا معلوم ہوتا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "اور کیا سنا ہے۔ اُسکے متعلق۔"

غالباً وہ کسی غیر ملکی جہاز سے جزیرے میں کود گیا تھا۔ اکثر و بیشتر لوگوں نے اُسے پکڑنے کی بھی کوشش کی ہے لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا۔ بیضرر لوگوں کے قریب بھی آ جاتا ہے اور ان سے سگریٹ بھی مانگتا ہے۔ میں نے تو نہیں دیکھا لیکن سنا ہے کہ وہ بالکل آدمیوں ہی کی طرح سگریٹ پیتا ہے۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور فریدی اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے اٹھ گیا۔

ٹیلی فون پر کسی سے ایک طویل گفتگو ہوئی مگر ریکھا اُسے سمجھ نہیں سکی۔ کیونکہ فریدی نے بہت کم سوالات کئے تھے زیادہ تر سنتا ہی رہا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

"کار کا پتہ تو چل گیا۔"

"کہاں ہے۔"

"ارجن پورے کے ایک حصے میں۔ یہ لڑکی تو دردِ سر ہو گئی۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گی۔"

"ضرور....!" ریکھا اٹھتی ہوئی بولی۔ "وہ تو چاہتی تھی کہ کسی طرح فریدی کے ساتھ کچھ وقت گذارنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔"

وہ باہر آئے۔ حالانکہ گیراج میں دو کاریں اور بھی موجود تھیں۔ لیکن فریدی پیدل ہی چل تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور وہ ارجن پورے کیطرف روانہ ہو گئے۔

"آپ نے شاید شکیلہ کے متعلق کچھ کہا تھا۔" ریکھا نے کہا۔

"ہاں.... وہ دونوں کار کھڑی کر کے ایک مکان میں گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسر کار وہاں آئی۔ اُس میں چار آدمی تھے وہ بھی اندر گئے اور تقریباً بیس منٹ بعد دو بڑے اور وزنی تھیلے اٹھائے ہوئے باہر آئے اور وہاں سے چلے بھی گئے۔ میری کار ابھی وہیں موجود ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں اب بھی وہیں ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہاں ان کی گرد بھی نہ ہو گی۔"

"کیوں....!"

"وہ چار آدمی....؟"

ریکھا کچھ نہ بولی۔ فریدی کہتا رہا۔ "اُس مکان میں ایک اندھی عورت رہتی تھی۔ جسے شکیلہ وہاں لے گئی تھی اُس کے لئے ایک ملازم رکھا بھی تھا۔ شکیلہ روزانہ وہاں جاتی تھی۔ کچھ دن ہوئے اُس عورت کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ شکیلہ اس دن کے بعد سے آج ہی وہاں نظر آئی تھی۔"

"یہ شکیلہ بڑی عجیب لڑکی معلوم ہوتی ہے۔" ریکھا نے کہا۔

فریدی خاموش ہو گیا۔ ٹیکسی ارجن پورے کے علاقے میں داخل ہوئی اور فریدی راستوں اور گلیوں کے متعلق ڈرائیور کو بتاتا رہا۔ پھر وہ اُسی جگہ پہنچ گئے جہاں فریدی کی لنکن کھڑی تھی۔ سارجنٹ رمیش وہاں موجود تھا۔ فریدی نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا اور سارجنٹ رمیش کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا وہ چاروں کبھی پہلے بھی یہاں نظر آئے تھے۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آس پاس کے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ چاروں یہاں پہلی بار نظر آئے تھے اور وہ آدمی جو لڑکی کے ساتھ تھا وہ بھی پہلی ہی بار دیکھا گیا تھا۔"

"تم اندر گئے تھے۔"

"میں آپ کا منتظر تھا۔"

"ٹھیک! اچھا تم دونوں یہیں ٹھہرو۔" فریدی کہتا ہوا اندر چلا گیا۔

"یہ حضرت بھی آئے دن کوئی نہ کوئی نئی حرکت کر بیٹھتے ہیں۔" ریکھا نے سارجنٹ رمیش سے کہا۔

"جی ہاں۔" رمیش نے سعادت مندانہ انداز میں جواب دیا۔ ریکھا کا عہدہ اُس سے بڑا تھا۔

مگر ویسے بھی وہ عورتوں کے معاملے میں بہت ہی برخوردار قسم کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔

فریدی نے کچھ دیر بعد دروازے پر آکر ریکھا کو آواز دی اور رمیش کو بھی اندر آنے کا اشارہ کیا جیسے ہی وہ قریب آیا اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹونی سے واقف ہو۔"

"ٹونی....!" رمیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ عیسائی جس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کٹی ہوئی ہے۔"

"ہاں.... وہی.... معلوم کرو کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔"

رمیش کے انداز میں ہچکچاہٹ محسوس کر کے اس نے پھر کہا۔ "وہ اس وقت یا تو چائنیز کارنر میں ملے گا یا سنگ سنگ بار میں۔ ان دونوں جگہوں پر نہ ملے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں پندرہ منٹ بعد ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملوں گا۔"

رمیش چلا گیا۔ فریدی چند لمحے خاموش کھڑا چاروں طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہاں کچھ بھی نہیں ہے سوائے ان نشانات کے۔"

اُس نے صحن کے کچے فرش کی طرف اشارہ کیا۔ مگر ریکھا کو کچھ بھی نہ دکھائی دیا۔ آخر فریدی بولا۔ "کیا تمہیں یہ نشانات نہیں دکھائی دیتے۔"

"اوہ.... یہ.... کسی چیز سے کہیں کہیں زمین کھودی گئی ہے۔"

"تم انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔"

ریکھا کچھ نہ بولی۔ فریدی چند لمحے جواب طلب انداز میں مسکراتا رہا پھر بولا۔

"ان چاروں آدمیوں میں ایک ایسا ضرور تھا جسے جوتے کی ایڑی سے زمین کھودتے رہنے کی عادت ہے۔ اِدھر آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔ دالان کا فرش بھی کچا ہے، وہاں بھی تمہیں متعدد جگہ ایسے ہی نشانات ملیں گے۔"

"تو کیا آپ نے اسی سے کوئی نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"ہاں.... شہر کے جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک کو میں جانتا ہوں، جو غیر شعوری طور پر اپنے داہنے پیر کی ایڑی زمین پر مارتا رہتا ہے۔ بس آؤ چلیں۔ میں نے رمیش کو اس کی تلاش میں روانہ کیا ہے۔"

فریدی نے باہر نکل کر مکان کو مقفل کر دیا۔ قفل اور کنجی اندر ہی ملے تھے۔

تھوڑی دیر بعد لنکن ہائی سرکل نائٹ کلب کی طرف جا رہی تھی اور فریدی کہہ رہا تھا۔ "جب

بھی کسی مجرم کو اسٹڈی کرنے کا موقع ملے اس کی ایسی عادت معلوم کرنے کی کوشش کرو جن کا احساس اُسے خود بھی نہ ہو۔ یہ عادتیں دراصل اضطراری ہوتی ہیں مثلاً بیٹھے بیٹھے یوں ہی بے مقصد پیر ہلانا۔ خلا میں انگلی اٹھا کر اپنے خیالی دستخط بنانا، جوتے کی نوک یا ایڑی سے زمین کھودتے رہنا۔ کاغذ پنسل یا قلم سامنے ہونے پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہنا یا مخصوص قسم کے نشانات بنانا وغیرہ وغیرہ تم کسی بھی آدمی کو غور سے دیکھو تو تمہیں اُس میں ایسی بہتیری عادات مل جائیں گی، جن کا احساس خود اُسے بھی نہ ہوگا۔ جرائم پیشہ لوگوں کے اضطراری فعل سے ہمیں انکا کھوج نکالنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اب اسی وقت کے معاملے کو لے لو۔ میں جانتا ہوں کہ ٹونی اضطراری طور پر داہنے پیر کی ایڑی سے زمین کھودنے کا عادی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں میں وہ بھی رہا ہو۔"

"اور اگر نہ رہا ہو تو۔"

"کوئی بات نہیں۔ سراغ رساں سے معجزے نہیں سرزد ہوا کرتے۔ وہ محض امکانات ہی کے سہارے آگے بڑھتا ہے کہیں دھوکا کھاتا ہے کہیں اُسے کامیابی ہوتی ہے۔"

"لیکن میں نے کبھی آپ کو دھوکا کھاتے نہیں دیکھا۔" ریکھا مسکرا کر بولی۔

"میں دھوکا کھانے کے بعد صبر کرنے کا عادی ہوں۔" فریدی بھی جواباً مسکرایا۔ "کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرتا۔"

"میں یقین ہی نہیں کر سکتی۔"

فریدی مسکراتا رہا پھر بولا۔ "اگر وہ ٹونی ہی ہے تو مجھے ایک اور آدمی کو چیک کرنا ہے جو ان دنوں اُس کے ساتھ بہت زیادہ دیکھا جاتا رہا ہے۔ اسی لئے میں ہائی سرکل نائٹ کلب جا رہا ہوں۔"

شام کے پانچ بج چکے تھے اور اب کچھ کچھ خنکی ہو چلی تھی۔

"تم نے اس بندر کو کبھی دیکھا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... میں نے صرف سنا ہے۔ پچھلے چھ ماہ سے فن آئی لینڈ جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"تم اسے دیکھ چکی ہو۔" فریدی نے بڑے اعتماد سے کہا اور ریکھا اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "تم اسے دیکھ چکی ہو۔ کیا تمہیں وہ ساڑھے چار فٹ اونچا بندر یاد نہیں جسے تم نے چائنیز کارنر میں دیکھا تھا۔"

"نہیں....!" ریکھا بے ساختہ اچھل پڑی۔ آپ فنچ کے بارے میں تو نہیں کہہ رہے ہیں۔

"ہاں، وہ بندر فنچ ہی تھا۔"

"مگر وہ بندر کسطرح ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ جزیرے والا بندر سوٹ بھی پہنتا ہے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ میری آنکھیں بہت کم دھوکا کھاتی ہیں اور اب تو میرے پاس فنچ کے متعلق بہتیری معلومات ہیں۔ وہ نیو میکسیکو کا باشندہ ہے اور نسلاً پرتگالی ہے۔ جانوروں کا بہروپ بھرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ نیو میکسیکو میں اس کا ذریعہ معاش یہی تھا وہ سنتانے کے ایک سرکس ملازم تھا۔"

ریکھا خاموشی سے سنتی رہی۔ فریدی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا "اور ڈاکٹر ڈریڈ کا ہیڈ کوارٹر بھی سنتانے ہی تھا۔"

"آہا.... پھر وہی ڈاکٹر ڈریڈ۔"

"ہاں.... اب وہ ساری دنیا میں اپنی قوت آزماتا پھر رہا ہے۔ یہاں فنچ کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ ڈاکٹر ڈریڈ اب بھی یہیں مقیم ہے۔"

"اوہ.... ہاں.... سفارت خانے والے کیس میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ فنچ اور ڈاکٹر ڈریڈ بھی یہیں ہیں۔"

"یہ فنچ جیسا بے حقیقت آدمی ڈاکٹر ڈریڈ سے کیسے ٹکرا گیا۔"

"اوہ.... کیا تم اسے اس کے حقیر سے قد کی بناء پر بے حقیقت کہہ رہی ہو۔" فریدی بولا۔ "یقیناً اس کا قد اور جثہ ہی تمہارے ذہن میں ہے مگر اسے ہمیشہ یاد رکھو کہ آدمی کی حقیقت اس کا جسم نہیں بلکہ دماغ ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا ڈھیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ آدمی کا دماغ ہی اُسے سربلند کرتا ہے۔ دنیا اُس کے قدموں پر جھکتی ہے اور جب یہی دماغ ناکارہ ہو جاتا ہے تو قدموں پر جھکنے والے اسی گوشت اور ہڈیوں کے ڈھیر کو پکڑ کر کسی پاگل خانے میں بند کر دیتے ہیں اور وہاں دو پیسے کے آدمی اس پر ڈنڈے برسایا کرتے ہیں۔ اوہ.... میں بہک گیا.... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ فنچ جسمانی اعتبار سے ایک حقیر کیڑا سہی لیکن ذہنی صلاحیتوں کا یہ عالم ہے کہ ڈاکٹر ڈریڈ جیسا خطرناک آدمی بھی آج تک اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" ریکھا نے آہستہ سے کہا۔

فریدی کی لنکن ہائی سرکل نائٹ کلب میں داخل ہو رہی تھی۔ فریدی نے پورچ کے قریب اُسے روک کر انجن بند کیا اور وہ دونوں نیچے اتر گئے۔

منیجر اپنے کمرے سے نکل رہا تھا۔ فریدی کو دیکھ کر جہاں تھا وہیں رک گیا پہلے تو اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے مگر پھر اُس نے مسکرا کر ایک شعر پڑھا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت

"ہزاروں بار سن چکا ہوں۔" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "اندر چلو۔"

منیجر کے چہرے پر پھر ذہنی انتشار کی پرچھائیاں نظر آنے لگیں۔

"تشریف رکھئے جناب والا۔" اس نے الٹے پاؤں اپنے دفتر میں داخل ہو کر کہا۔

"قیام کرنیوالے گاہکوں کا رجسٹر لاؤ۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ اس نے ریکھا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"لیکن اپنے قیام کے وہ خود ذمہ دار ہوتے ہیں جناب۔" منیجر نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "کسی کی پیشانی پر کچھ لکھا نہیں ہوتا۔"

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔" فریدی نے رجسٹر لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

منیجر بڑبڑاتا رہا۔ "میرا تو دل چاہتا ہے کہ یہ کاروبار بند ہی کر دوں۔ خواہ مخواہ اپنی حیثیت بھی مشکوک معلوم ہوتی ہے، مگر پھر میرے اہل و عیال کا کیا ہوگا۔ بقول شاعر ؎

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا

فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر رجسٹر کے اوراق الٹتا رہا۔ ریکھا بھی رجسٹر پر جھکی ہوئی تھی۔ ایک صفحے کو وہ دیر تک دیکھتا رہا پھر رجسٹر بند کر کے اُسے میز پر ڈالتا ہوا بولا۔ "نہ تم مرو گے اور نہ رسوا ہو گے، ویسے غرق دریا ہونا چاہتے ہو تو پھر وہی اپنا پرانا کاروبار شروع کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سانس لینے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔"

"میں نے عہد کیا ہے جناب کہ بقیہ زندگی یادِ الٰہی میں گذاروں گا۔" منیجر ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ منیجر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور فریدی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "آپ کا فون ہے جناب....!"

فریدی نے ریسیور لے کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "رمیش۔"

"جی ہاں وہ چائنیز کارنر میں نہیں ملا۔ میں اب سنگ سنگ بار کی طرف جا رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب مجھے ریالٹو میں فون کرنا۔" فریدی نے کہا اور ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

پھر ریکھا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آؤ۔" اور منیجر سے کہا۔ "تم ہر معاملے میں اپنی زبان بند رکھو گے۔ یعنی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے کہ میں نے تمہارا رجسٹر چیک کیا تھا سمجھے!"

"بہت بہتر جناب۔ آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔"

وہ باہر آئے۔ فریدی نے کہا۔ "دوسری منزل پر کمرہ نمبر تیرہ میں چارلس براؤن نام کا ایک امریکی مقیم ہے۔ اس پر نظر رکھو۔ آدمی کی ضرورت ہو تو ہیڈ کوارٹر سے طلب کر لو۔ کیونکہ اس سے ملنے جلنے والوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"چارلس براؤن۔" ریکھا نے آہستہ سے کہا۔ "آپ نے اسی آدمی کیساتھ ٹونی کو دیکھا تھا۔"

"ہاں.... بس اب ہال میں جاؤ۔"

فریدی ریکھا کو وہیں چھوڑ کر کیفے ریالٹو کی طرف روانہ ہو گیا۔

ریالٹو ایک بڑا اور شاندار کیفے تھا۔ فریدی وہاں پہنچ کر سیدھا بار کے کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ بار مین شائد اُسے پہچانتا تھا۔ اس نے بڑے ادب سے اُسے سلام کیا۔

"تم کیپٹن حمید کو بھی پہچانتے ہو۔"

"جی ہاں.... میں انہیں پہچانتا ہوں۔"

"پچھلی رات اُس نے یہیں شراب پی تھی۔"

"نہیں! حضور.... وہ تو بہت عرصہ سے یہاں تشریف نہیں لائے۔"

"گیسپر کہاں ملے گا۔"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ بار ٹنڈر نے ریسیور اٹھایا اور پھر اسے فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو....!" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں رمیش ہوں۔ اس کاسنگ سنگ بار میں بھی پتہ نہیں چل سکا۔"

"خیر اب تم وہاں جاؤ جہاں تھوڑی دیر پہلے مجھے فون آیا تھا۔ وہاں تمہاری ضرورت ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو وہیں تمہیں فون کروں گا۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر بار مین سے کہا۔ "تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اس سے غرض نہیں ہے کہ وہ ریالٹو میں کب سے نہیں آیا۔"

"اوہ.... آپ اس کی قیام گاہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھئے آج سے دو ماہ قبل وہ کیفے شبستان کے اوپر والے فلیٹ میں رہتا تھا۔ اس کے بعد کی اطلاع مجھے نہیں ہے۔ ایک بار وہ اتنی زیادہ پی گیا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میری ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے اس کی قیام گاہ تک پہنچا دوں۔ اس طرح مجھے وہاں تک پہنچنے کا اتفاق پیش آیا تھا۔"

فریدی مسکرایا اور آہستہ سے بولا۔ "وہ کسی جرم میں ماخوذ نہیں ہے۔ مجھے بس اس سے ایک دوسرے آدمی کے متعلق تھوڑی سی معلومات حاصل کرنی ہیں ویسے بھی تم جھوٹ بول کر خسارے ہی میں رہو گے۔ میں اس یقین کے ساتھ یہاں آیا ہوں کہ تم مجھے صحیح پتہ بتا دو گے۔"

"میں ایسے آدمیوں سے بہت ڈرتا ہوں جناب۔ اگر اُسے معلوم ہو گیا کہ اس کا پتہ میں نے بتایا تھا تو....!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اُسے نہیں معلوم ہو سکے گا۔ ہاں! اگر تم خود ہی میرے جانے کے بعد اُسے فون کر بیٹھنے کی حماقت کر ڈالو تو...."

"اوہ....! میں پاگل نہیں ہوں جناب۔"

"میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری بھی لیتا ہوں۔"

"دیکھئے۔" بار ٹنڈر آہستہ سے بولا۔ "گیسپر آج کل ٹونی کے ساتھ رہ رہا ہے۔ ٹونی کو آپ جانتے ہی ہوں گے اور ٹونی وہاں رہتا ہے.... کیا نام ہے.... اس کا.... گرٹروڈ اسکوائر میں.... پندرہ گرٹروڈ اسکوائر۔"

فریدی چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اپنی زبان بند ہی رکھنا۔"

"بہت بہتر جناب۔ مجھے اپنی زندگی اس عمر میں گراں نہیں گزرتی۔"

فریدی ریالٹو سے نکل کر اپنی کار میں بیٹھا اور اب وہ گرٹروڈ اسکوائر کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر بھی اس نے بارمین کے بیان کی تصدیق کی اور پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر وہ عمارت کے اس حصے کے سامنے موجود تھا جہاں ٹونی رہتا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے!" اندر سے کوئی دھاڑا۔

فریدی نے انگریزی میں کچھ کہا۔ لہجہ آئرلینڈ والوں کا سا تھا۔ اکھڑا، اکھڑا اور اکھڑ سا۔

دروازہ کھلا اور دروازہ کھولنے والا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے پیچھے ہی ایک آدمی اور بھی تھا اور دونوں کی نظریں فریدی کے ریوالور پر تھیں وہ اندر گھستا چلا گیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لئے تھے۔

"شرافت کی زندگی میں بھی آپ چین نہیں لینے دیتے۔" ٹیڑھی ناک والے دراز قد آدمی نے کہا۔ یہی ٹونی تھا۔

"شرافت کی زندگی۔" فریدی نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی غیر قانونی حرکت کر کے محفوظ رہو گے۔"

"کیسی غیر قانونی حرکت۔" گیسپر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

فریدی نے اس جملے کیطرف دھیان دیئے بغیر ٹونی سے پوچھا۔ "کیا تم کیپٹن حمید کو پہچانتے ہو۔"

اس نے دونوں کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار دیکھے۔

وحشت

حمید چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ شکیلہ بھی اسی کی طرح بے حس و حرکت پڑی ہوئی ہے۔ دفعتاً دوسرے آدمی نے کہا۔ "یہ سر فیاض کی پوتی ہے۔ آج صبح یہ ان دونوں کو اپنے گھر لے گئی تھی۔ پھر وہاں سے جزیرے تک لائی تھی۔"

"اوہ....!" دوسرے آدمی نے تھوڑے توقف کے ساتھ کہا۔ "تو کیا وہ کچھ جانتی ہے۔"

"یقیناً ورنہ حالات ایسے کیوں ہوتے۔"

"ٹھیک ہے۔ اچھا فی الحال انہیں یہیں چھوڑو۔"

انہوں نے دور ہوتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ کچھ دیر تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پھر شکیلہ اچھل کر بیٹھ گئی۔

حمید اسی حالت میں چت پڑا رہا لیکن اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"آپ نے سنا۔" شکیلہ آنکھیں پھاڑ کر آہستہ سے بولی۔

"سن لیا۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔ "سر فیاض کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ کسی ڈرامے کو حقیقت کا رنگ دینے کے سلسلے میں ہزاروں خرچ کر دیا کرتے ہیں۔"

"اب میں اپنا سر پیٹ لوں گی۔" شکیلہ جھلا کر بولی۔ "آپ کو کسی طرح یقین ہی نہیں آتا۔"

"تمہیں سر پیٹتے دیکھ کر مجھے عبرت ہو گی۔ ضرور پیٹو۔"

"اچھی بات ہے۔ دیکھ لوں گی۔" شکیلہ دانت پیس کر رہ گئی۔

کمرے میں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ حمید نے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ کر روشنی کر دی۔ پھر فرش پر اکڑوں بیٹھتا ہوا بولا۔ "کیا اب میں تمہیں کھاؤں۔"

"کیوں! کیا مطلب۔!"

"بھوک لگ رہی ہے۔"

شکیلہ کچھ نہ بولی۔ بولتی بھی کیا۔ اُسے تو دوپہر کا کھانا بھی نہیں نصیب ہوا تھا۔ حمید نے جزیرے والے ریستوران میں جھینگے کھائے تھے اور کافی پی تھی۔

"یہاں کب تک اس طرح پڑے رہیں گے۔" شکیلہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"خط استوا پر کافی گرمی پڑتی ہے اور روزانہ بارش ہوتی ہے۔ پتہ نہیں کیوں مجھے اس وقت

جغرافیہ یاد آرہا ہے۔"

شکیلہ اُسے اس طرح دیکھنے لگی جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

حمید بڑبڑاتا رہا۔ "میں نے چھٹویں کلاس میں پڑھا تھا کہ کنگرو اور اود بلاؤ میں صرف سمجھ کا فرق ہے اگر تم اود بلاؤ کو کنگرو کہو تو حکومت کو اس پر اعتراض نہ ہونا چاہئے کیونکہ بین الاقوامی سیاست میں زیادہ تر اود بلاؤ ہی دلچسپی لیتے ہیں، میرے والد صاحب آج کل بہت اداس ہیں کیونکہ ان کی پانچویں شادی سوئیز کینال پر حملے کی بناء پر رک گئی۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ بین الاقوامی سیاست محض بنڈل ہے۔ بھیڑیئے بھیڑوں کے نگہبان بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تیندوے اور چیتے کہتے ہیں کہ نہیں یہ فرض منجانب اللہ ان پر عائد کیا گیا ہے۔ بھیڑیئے تو بھیڑوں کے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ ہم ثقافتی اعتبار سے بھیڑوں سے بہت قریب ہیں اور اب ہم گھاس کھانے کی بھی پریکٹس کر رہے ہیں۔ تم میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ آنکھیں بند کرو۔ ورنہ میں تمہیں چیر پھاڑ کر کھا جاؤنگا۔"

شکیلہ ہنس پڑی مگر انداز میں بے بسی تھی۔

"ہنستی ہے۔" حمید دہاڑا۔ "مجھے اُلو کا پٹھا سمجھتی ہے۔"

شکیلہ یک بیک سہم گئی۔ اسے حمید کی آنکھیں ڈراؤنی معلوم ہونے لگیں کیونکہ اُن میں وحشت تھی۔

"کیا سمجھتی ہے۔" حمید پھر دہاڑا۔

"آپ تمیز سے گفتگو کیجئے نا۔" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمیز سے.... شٹ اپ۔" اس نے اس کے گال پر تھپڑ رسید کر دیا اور بال پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا کہ وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اور پیچھے ہٹی۔ حمید نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن درمیان میں ایک کرسی تھی وہ اسی پر ڈھیر ہو گیا۔ شکیلہ چیختی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی۔

"ارے بچاؤ.... بچاؤ۔" وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگی۔ ادھر حمید نے ایک کرسی اٹھائی اور اس پر پھینک ماری۔ جو اس کے قریب ہی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گئی، شکیلہ پھر اچھلی اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ حمید نے دوسری کرسی اٹھائی۔

"ارے.... بچاؤ.... ارے مری.... ی ی۔"

کرسی اس کے قریب ہی گری اور وہ پھر اچھل کر دروازے کی طرف بھاگی۔ تیسری کرسی بچ بچ اس پر پڑی ہوتی اگر وہ ذرا سی بھی غفلت کرتی۔ وہ پھر دروازہ پیٹنے لگی، حمید وحشیانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ "پتلون پہنتی ہو۔ مجھے غصہ دلاتی ہو یہیں مار مار کر دفن کر دوں گا۔"

کسی نے دروازہ کھولا اور شکیلہ اچھل کر اس پر جا پڑی۔

"وہ پاگل ہو گیا ہے۔ بچاؤ۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"یہ خود پاگل ہو گئی ہے۔ اس کے قریب نہ جانا۔ یہ مخمل کھاتی ہے۔" حمید نے بندروں کی طرح اچھل کر کہا پھر اس نے اس آدمی پر بھی کرسی کھینچ ماری۔ لیکن وہ دروازے سے گزر جانے کی بجائے اس کے اوپری حصے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔

دروازہ بند کر دیا گیا۔ حمید تنہا رہ گیا تھا۔ لیکن اس نے اپنا شغل جاری رکھا۔ میز سے دوات اٹھائی اور اس میں انگلی ڈبو ڈبو کر دیواریں خراب کرنے لگا۔ وہ لکھ رہا تھا۔ "اور جب وہ زمین پر آیا تو یہ زمین جنت بن گئی لیکن فرشتوں نے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ فرشتوں نے اس کا سارا اثاثہ لوٹ لیا۔ وہ پھر واپس آئے گا۔"

دوسری جگہ لکھا۔ "بہت جلد آ رہا ہے۔، پیار کا ہنڈولا۔ اداکارا ثریا، گوپ، شیخ مختار، برٹرانڈر سل، اسٹیفن اسپنڈر، پبلو نرودا، ککو، ناصر خاں۔"

تیسری جگہ لکھنے لگا۔ "جب دنیا کا خاتمہ ہونے لگے گا جب تم بے یار و مددگار ہو گے..... سینما کی کھڑکی کے نیچے بہت لمبی لائن ہو گی۔ تمہیں بلیک سے ٹکٹ خریدنے پڑیں گے۔ اس دن تمہیں کانن بالا یاد آئے گی۔ مادھوری یاد آئے گی۔ امیر کرناٹکی یاد آئے گی۔ ماسٹر نثار ہارمونیم بجائے گا۔ ماسٹر وٹھل کی ٹھائیں ٹھائیں ہو گی۔ انقلاب زندہ باد۔"

پھر اس نے اس قسم کی گالیاں لکھنی شروع کر دیں جیسے اکثر پبلک پیشاب خانے میں نظر آتی ہیں۔ اس نے میز الٹ دی۔ اس پر رکھی ہوئی چیزیں چاروں طرف بکھر گئیں اور وہ اُن پر کرسیاں پٹخ پٹخ کر انہیں چور کرنے لگا۔

یک بیک دروازہ کھلا اور پانچ آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ دیسی ہی تھے۔ حمید نے اپنا شغل جاری رکھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے ان کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

"کیا کر رہے ہو تم.....!" ایک نے گرج کر کہا۔

حمید کے ہاتھ رک گئے، وہ ان کی طرف مڑا۔ چند لمحے انہیں قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا پھر یک بیک کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

"میں برلن کو تباہ کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔ "یہ دیکھو۔ یہ ہٹلر کی لاش ہے۔ مگر وہ حرام زادی فرار ہو گئی۔ تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔ کیا میرا پیغام مسٹر چرچل تک پہنچا دو گے۔"

وہ لوگ دیوار کی تحریریں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"یہ تو خواہ مخواہ پاگل ہو گیا۔" ایک نے کہا۔

"تم خود پاگل ہو گئے ہو سالے۔" حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "میں برطانیہ کا وزیر اعظم ایڈن ہوں۔"

"وزیر اعظم صاحب ہم آپ کا جلوس نکالیں گے گھبرائیے نہیں۔"

حمید نے ہاتھ اٹھا کر تقریر کرنے کے سے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "مجھے آپ سے پوری پوری ہمدردی ہے، میری حکومت کوشش کر رہی ہے کہ آپ کی ساری شکایات رفع کر دی جائیں، مگر اسے ہمیشہ یاد رکھئے کہ بھوکے رہنے سے معدہ کبھی خراب نہیں ہوتا اور ننگے رہنے سے جسم میں قوت آتی ہے۔ ہر وقت کھلی اور تازہ ہوا نصیب ہوتی ہے اس لئے خود بھی ننگے رہئے اور اپنے بال بچوں کو بھی ننگا رکھئے.... دانتوں میں درد ہو پانی لگتا ہو، مسوڑھوں سے پیپ آتی ہو کالے خان کا منجن استعمال کیجئے، جمے ہوئے دانت ہل جائیں گے، ہاتھ اٹھا کر مانگئے.... چار آنے.... چار آنے.... چار آنے.... اب میرے پاس ایک دوسرا سانپ ہے۔ یہ سانپ ہزار برس کے بعد اڑتا ہے۔ اُڑ کر صندل دیپ چلا جاتا ہے۔ صندل کے جھاڑ میں لپٹ کر ایک ہزار سال تک پروردگار کی عبادت کرتا ہے۔ پھر وہ پاک بے نیاز اُسے ایک حسین و جمیل عورت بنا دیتا ہے۔ جمیل احمد میرے ماموں زاد خالو کا نام ہے۔ کچہری میں واصل باقی نویس ہیں۔ نانا فرنویس سے ان کا کوئی رشتہ نہیں۔ دشمنوں نے اڑائی ہو گی۔ اب میں آپ لوگوں کو ایک ٹھمری سناتا ہوں۔"

حمید نے ٹھمری شروع کر دی اور دو یا تین منٹ تک گاتا رہا۔ ان آدمیوں میں کچھ دیر سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ پھر ایک باہر چلا گیا۔

حمید اب خاموش ہو کر سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا اس کا سر جھکا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ باہر جانے والا آدمی کچھ دیر بعد واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریشم کی ڈور کا ایک لچھا تھا وہ آگے بڑھے اور انہوں نے حمید کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن حمید کی حالت میں کوئی فرق نہ آیا وہ اب بھی اسی طرح آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔

انہوں نے اس کے ہاتھ سینے سے ہٹا کر پشت پر کر دیئے اور انہیں ریشم کی ڈور سے باندھنے لگے، لیکن حمید نے جنبش بھی نہ کی، اسی طرح آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔

"چلئے وزیر اعظم صاحب۔" ایک نے اُسے دھکا دیا اور حمید چلنے لگا۔ لیکن اس کا رخ دروازے کی بجائے دیوار کی طرف تھا۔

"ارے اس کی تو آنکھیں بند ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"آنکھیں کھول دیجئے وزیر اعظم صاحب۔" دوسرا بولا۔

"۱۹۵۷ء وزیر اعظم کے لئے آنکھیں بند رکھنے کا سال ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"چلو.....!" اُسے شانے سے پکڑ کر دھکیلا جانے لگا۔ اس طرح وہ اسے ایک دوسرے کمرے میں لائے یہاں شکیلہ موجود تھی۔ اس کے علاوہ تین آدمی اور بھی تھے جنہوں نے اپنے چہرے سیاہ نقابوں میں چھپا رکھے تھے۔ اس کے برعکس جو لوگ حمید کو اس کمرے میں لائے تھے کہیں بھی پہچانے جا سکتے تھے کیونکہ ان کے چہروں پر نقابیں نہیں تھیں۔

"کیا قصہ ہے۔" نقاب پوشوں میں سے ایک نے انگریزی میں پوچھا۔

"یہ پاگل ہو گیا ہے۔" جواب دیا گیا۔

"کیوں.....!"

"کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی جناب۔ کوئی سختی بھی نہیں کی گئی۔"

حمید آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔

"تم بتاؤ۔ کیا بات ہے۔" نقاب پوش نے شکیلہ سے پوچھا۔

"اس نے یک بیک مجھ پر کرسیاں پھینکنی شروع کر دی تھیں۔"

"تم ان لوگوں کو اپنے گھر کیوں لے گئی تھیں۔"

"اوہو! تو میں اب سمجھی۔" شکیلہ نے بڑی دلیری سے کہا۔ "تو وہ تمہیں لوگ ہو جو ہمیں دھمکیاں دیتے رہے ہو۔"

"کیسی دھمکیاں۔"

"یہی کہ اگر ایک لاکھ روپیہ ادا نہ کیا گیا تو تم ہم میں سے کسی کو اغوا کر کے جان سے مار دو گے۔"

"یہ بکواس ہے۔" نقاب پوش نے کہا۔

"پھر ہمیں اغوا کیوں کیا گیا ہے۔"

نقاب پوش کچھ نہ بولا۔ وہ دوسروں کی طرف دیکھنے لگا۔

"تو تم اسی لئے انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئی تھیں۔" دوسرے نقاب پوش نے پوچھا۔

"ہاں میں نے انہیں وہ خط دکھائے تھے۔"

"لیکن تم انہیں یہاں کیوں لائی تھیں۔"

"کہاں!" شکیلہ نے پوچھا۔

"فن آئی لینڈ میں۔"

حمید نے جھرجھری سی لی گویا وہ فن آئی لینڈ ہی کی کسی عمارت میں تھے۔ "میرا خیال ہے کہ

ہمیں دھمکیاں دینے والے فن آئی لینڈ ہی میں رہتے ہیں کیونکہ ایک خط مجھے یہاں بھی ملا تھا میں ایک دن سیر کے لئے آئی تھی کہ ایک چھوٹے سے بچے نے مجھے لفافہ دیا اور دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ یہ خط انہیں لوگوں کی طرف سے تھا۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر نقاب پوش نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اسے کسی خالی کمرے میں بند کر دو۔ غالباً یہ سنتھلک گیس کا اثر ہے۔ جو خود ہی زائل ہو جائے گا۔"

حمید کو پھر دھکیلا جانے لگا۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

دوستوں کی دشمنی

فریدی انہیں گھورتا رہا وہ دم بخود کھڑے تھے آخر ٹونی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر مسکرایا۔

"میں انہیں پہچانتا ہوں کرنل صاحب۔" اس نے کہا۔

"وہ اس وقت کہاں ہے۔ میں جھوٹ نہیں سنوں گا۔"

ٹونی نے اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن فریدی کی عقابی نظروں کو دھوکا دینا آسان نہیں تھا۔

"تم اس پر حیرت ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ خواہ مخواہ..." گیسپر بول پڑا۔ "کوئی الزام رکھ کر ستانا چاہتے ہوں تو بات ہی دوسری ہے۔"

فریدی کا الٹا ہاتھ اسکے منہ پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ اُس کے منہ سے ایک گندی سی گالی نکلی۔ لیکن اسی انداز میں جیسے وہ گالی اس دیوار کو دی گئی ہو جس سے وہ ٹکرایا تھا۔

فریدی ٹونی کی طرف متوجہ ہو گیا، جو بہت بُرا سا منہ بنائے کھڑا تھا، جو احساس تنفر اور خوف ہی کا نتیجہ ہو سکتا تھا۔

"بتاؤ کیپٹن حمید.... اور وہ لڑکی کہاں ہیں۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں کیا جانوں۔ آپ خواہ مخواہ ظلم پر آمادہ ہو گئے ہیں۔"

"کیا تم آج دوپہر کو ارجن پورہ نہیں گئے تھے۔"

"گیا تھا۔ مگر اس سے کیا۔"

"میں مندر کے سامنے والے مکان کی بات کر رہا ہوں۔"

"کون سا مندر۔ میں کسی مکان میں نہیں گیا تھا۔ اُدھر سے گذرا ضرور تھا۔ یقیناً آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ریوالور جیب میں رکھ لیجئے مجھے بتائیے کیا معاملہ ہے کیا آپ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا بھی موقع نہیں دیں گے۔"

"موقع ضرور دیا جائے گا۔" فریدی نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس دوران میں حمیدیا اُس لڑکی کو کوئی گزند پہنچا تو میں شارع عام پر تم دونوں کو ذبح کر دوں گا۔"

ٹھیک اسی وقت گیسپر نے فریدی پر چھلانگ لگائی۔ لیکن شاید فریدی نے اُسے چاقو نکالتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اپنی مخصوص قسم کی تفریح کے موڈ میں بھی تھا۔

گیسپر کو نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کس طرح فریدی پر سے اچھلتا ہوا ٹونی پر جا پڑا تھا۔ دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے اور ٹونی کی چیخ سے کمرہ جھنجھنا اٹھا۔ کیونکہ گیسپر کا چاقو اس کے بازو میں پیوست ہو گیا تھا۔

پھر ٹونی نے اُس کے سینے پر اس زور کی لات رسید کی کہ وہ کئی فٹ دور جا گرا۔ فریدی انہیں اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے دو مرغے لڑ پڑے ہوں۔

ٹونی اپنا بازو پکڑے ہوئے لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ انگلیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ گیسپر شاید ہوش ہی میں تھا۔ لیکن اس حماقت کے بعد اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے پڑا رہے۔

"پھر نہ کہنا کہ میں نے تمہیں سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کرنل.... یہ گیسپر بالکل اُلو کا پٹھا ہے۔" ٹونی کراہا۔

"چاقو اب بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔" فریدی بولا۔ "اس بار کہیں یہ تمہارے سینے ہی میں نہ اتر جائے۔"

ٹونی نے آگے بڑھ کر غصے میں دو لاتیں گیسپر کے رسید کیں اور گیسپر سچ مچ اس پر چڑھ دوڑا۔ اگر ٹونی اپنا زخمی بازو چھوڑ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیتا تو فریدی کی پیشینگوئی پوری اترتی۔

اس نے کسی نہ کسی طرح چاقو گیسپر کے ہاتھ سے نکال دیا۔ لیکن وہ اب بھی جنگلی بھینسوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ چاقو ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ اور ان سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح چاقو اس کے ہاتھ لگ جائے۔

فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی اور وہ انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ جنگ طویل ہوتی جا رہی تھی۔ آخر فریدی نے آگے بڑھ کر چاقو اٹھا لیا اور اُسے بند کر کے جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "اب تم دونوں علیحدہ ہو جاؤ.... ورنہ مجھے اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔"

لیکن اس کے باوجود بھی دونوں گتھے رہے۔ فریدی نے گھونسے مار مار کر انہیں الگ کیا۔

"یہ.... کرنل.... یہ سور کا بچہ۔" ٹونی گیسپر کی طرف انگلی اٹھا کر ہانپتا ہوا بولا۔ "جانتا ہے .... کہ کیپٹن اور لڑکی کہاں ہیں۔"

گیسپر نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ فریدی کا تھپڑ پھر اس کے منہ پر پڑا۔

"ہاں ٹونی تم بیان جاری رکھو۔ نہیں.... ٹھہرو.... اندر چلو۔"

ٹونی جھومتا ہوا آگے بڑھا۔ فریدی نے گیسپر کی گردن دبوچ لی اور اسے دھکیلتا ہوا دوسرے کمرے میں لے جانے لگا۔

"تم اگر چاہو تو سانس درست کرنے کے لئے کچھ پی سکتے ہو ٹونی۔"

"شکریہ جناب۔" اس نے میز پر رکھی ہوئی بوتل سے گلاس میں بیئر انڈیلی اور دو تین سانسوں میں گلاس خالی کر دیا۔ پھر ایک کرسی میں گرتا ہوا بڑبڑایا۔ "یہ سور کا بچہ مجھے دھوکا دے کر لے گیا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ آپ لوگوں کا معاملہ ہے تو میں گھر سے قدم ہی نہ نکالتا۔"

فریدی نے گیسپر کی گردن چھوڑ دی تھی اور اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"اس نے کہا کہ ارجن پورے کے ایک مکان سے شاید دو آدمیوں کو اٹھانا پڑے کسی بڑے آدمی کا کام ہے، اس لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یقین کیجئے مجھے ابھی آپ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کیپٹن اور کوئی لڑکی تھے۔ میں صحن میں تھا اور انہوں نے کوٹھری سے دو بڑے بڑے تھیلے نکالے تھے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے۔"

"کیوں....!" فریدی نے گیسپر کو مخاطب کیا۔

"یہ جھوٹا ہے۔"

"اٹھوں۔" ٹونی اسے خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اٹھونا.... اس بار تمہاری پسلیاں توڑ دوں گا۔"

فریدی کا تھپڑ پھر اس کے منہ پر پڑا اور وہ فریدی سے لپٹ پڑا۔

گیسپر بھی اچھی خاصی جسمانی قوت رکھتا تھا۔ مگر فریدی نے تین ہی منٹ میں اس کے کس بل نکال دیئے اور پھر جب ٹونی ہی نے اُسے زمین سے اٹھایا تو وہ اٹھ سکا۔

وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا بُری طرح ہانپ رہا تھا اور منہ سے بہتے ہوئے خون کو بار بار آستینوں سے خشک کرنے لگتا تھا.... فریدی کھڑا اُسے گھورتا رہا۔

"گیسپر!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "اس چھت کے نیچے تمہاری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔"

گیسپر نے میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے جھکتے ہوئے زبان نکالی جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ وہ کسی مرتے ہوئے کتے کی طرح ہانپ رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔

"ٹونی۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "مجھے احساس ہے کہ تم بھی زخمی ہو لیکن پھر بھی میں تمہیں تکلیف دے رہا ہوں اس کا منہ صاف کر کے اسے پینے کے لئے کچھ دو۔"

"برانڈی؟" ٹونی نے پوچھا۔

"ہاں.... شکریہ۔"

ٹونی نے جگ میں پانی لا کر اس کا منہ صاف کیا۔ گیسپر خاموشی سے بیٹھا رہا۔ پھر ٹونی نے ایک گلاس میں اسے برانڈی دی جسے وہ ایک ہی سانس میں حلق سے نیچے اتار گیا۔

"میں اپنی راہ میں آنے والوں سے نپٹنا اچھی طرح جانتا ہوں۔" فریدی نے گیسپر کو مخاطب کرتے ہوئے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور کہا۔ "تمہیں صرف پانچ منٹ دیئے جاتے ہیں چھٹویں منٹ پر تم اس دنیا میں تو نہیں ہو گے اور میں جس طرح یہاں پہنچا ہوں اسی طرح وہاں بھی پہنچ سکتا ہوں جہاں وہ دونوں لے جائے گئے ہیں۔ کیا تم سن نہیں رہے ہو۔"

"سن رہا ہوں۔" گیسپر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "سب کچھ سن رہا ہوں۔ لیکن اب تم مجھے مار ہی ڈالو۔"

"یہ کام میں انجام دوں گا۔" ٹونی غرا کر کھڑا ہو گیا۔ "میں نے تجھ پر احسان کیا، رہنے کو جگہ دی، قرض خواہوں سے بچایا اور تو نے یہ بدلہ دیا۔ اگر تو مجھ سے بتا دیتا کہ کسے اٹھانا ہے تو میں اس کام میں ہاتھ ہی نہ ڈالتا۔ اَبے ہم بُرے آدمیوں میں بھی آپس داری کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔"

گیسپر کچھ نہ بولا۔ اس نے سر جھکا لیا تھا۔

"اب بہتری اسی میں ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔" ٹونی پھر بولا۔

"اس مکان میں پہنچنے سے پہلے مجھے بھی علم نہیں تھا۔" گیسپر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نے وہاں پہنچ کر انہیں دیکھا تھا۔"

"تمہیں کس نے اس حرکت پر آمادہ کیا۔"

"چارلی نے.... اور اسے اس بات کا بھی علم ہے کہ انہیں کہاں لے جایا گیا ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔"

"نہیں.... میں نہیں جانتا۔"

"اوہ.... یہی تو میں کہوں گا۔" ٹونی بول پڑا۔ "گیسپر سے مجھے ایسی امید نہیں تھی۔"

پھر اس نے گیسپر کے لئے بیئر کا گلاس لبریز کیا اور اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "پی جاؤ۔ دوست ہم لوگ خواہ مخواہ ایک دوسرے کے غصے کا شکار ہوئے۔"

"ہماری دوستی آج ختم ہو گئی۔" گیسپر نے گلاس کو دوسری طرف کھسکاتے ہوئے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"تمہاری مرضی۔" ٹونی نے کھسیانے انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی اور میز کے پاس سے ہٹ گیا۔

فریدی گیسپر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "چارلی کہاں ملے گا۔ میں ایک نیا نام سن رہا ہوں۔"

"وہ فن آئی لینڈ کے فریزبار کا بارٹنڈر ہے۔"

"اچھا۔" فریدی نے ایک طویل سانس لی اور جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکال کر گیسپر کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ پھر ٹونی سے بولا۔ "یہ تمہاری نگرانی میں رہے گا اور یہ تو تم جانتے ہو کہ یہ تم سے دوستی ترک کر چکا ہے۔"

"جانتا ہوں۔" ٹونی سنجیدگی سے بولا۔ "ہم میں دوستی ختم ہونے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے چاقو خون کی پیاس سے تڑپتے رہیں۔ آپ مطمئن رہئے۔ یہ میری نگرانی میں رہے گا۔"

فریدی انہیں وہیں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

ایک پبلک فون بوتھ سے ہائی سرکل نائٹ کلب کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف رمیش موجود تھا۔ فریدی نے اُسے ٹونی کے گھر کا پتہ بتا کر کہا کہ وہ وہاں سے گیسپر کو لے جائے۔

"اور ریکھا کہاں ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ہال میں ہے۔"

"کچھ دیر کے لئے تم اس کی جگہ لے کر اُسے فون پر بھیج دو اور منیجر کو وہاں سے ہٹا لے جاؤ۔ یعنی ریکھا سے گفتگو کے وقت وہ فون کے قریب نہ ہو۔"

فریدی کو دو منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسری طرف سے ریکھا کی آواز آئی۔

"تم دس سادہ لباس والوں کو فن آئی لینڈ بھیج دو۔ انہیں پوری طرح مسلح ہونا چاہئے اور اس امریکن کے متعلق کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ کمرے میں موجود ہے۔ ابھی اس سے ایک آدمی ملنے آیا تھا جس کے متعلق آپ دلچسپی سے سنیں گے۔"

"کون آدمی۔"

"سر فیاض کا پرائیویٹ سیکریٹری مخدوم۔"

"اوہو۔ رمیش کو ابھی وہیں روکو اور سادہ لباس والوں کو بھی.... دوسری اطلاع تک جزیرے میں بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

فریدی نے بڑی تیزی سے ریسیور ہک سے لٹکایا اور باہر نکل آیا۔ وہ قریب قریب دوڑتا ہوا ٹونی کے گھر کی طرف جا رہا تھا کیونکہ ٹونی اور گیسپر بچ کر نکلے جا رہے تھے، ان دونوں ہی نے بڑے شاندار طریقہ پر اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی، وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ دونوں نکل گئے تو اسے ایک بہت ہی گھٹیا قسم کی شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

سانپ

اُن دونوں کے ڈرامے میں پھنس کر وہ یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ ان دنوں ٹونی کو ایک امریکن کے ساتھ دیکھتا رہا تھا اور اب اس امریکن کی شخصیت بھی کسی حد تک روشنی میں آگئی تھی۔ یعنی سر فیاض کے سیکریٹری سے اس کا ملنا جلنا تھا۔

فریدی بڑی تیز رفتاری سے چلتا رہا اور ٹھیک اس وقت وہاں پہنچا جب ٹونی اور گیسپر گھر سے نکل رہے تھے۔ فریدی کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔ گیسپر کے جسم پر ایک لمبا کوٹ پڑا ہوا تھا لیکن ہاتھ آستینوں میں ڈالے بغیر نیچے سے اوپر تک بٹن لگا دیئے گئے اس طرح وہ ہتھکڑیاں پڑے ہوئے ہاتھوں کو چھپانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"بہت اچھے۔" فریدی اپنے مخصوص خونخوار انداز میں مسکرایا۔

دفعتاً ٹونی نے گیسپر کی گردن دبوچ لی اور بولا۔ "تو نے پھر مجھے ذلیل کرایا۔ گیسپر اب میں کس طرح صفائی پیش کروں گا۔"

"کیوں کیا اسے اپنی کسی مالدار خالہ کی آخری وصیت سننی تھی۔"

"جی نہیں۔ جیل جانے سے پہلے روزیٹی سے ملنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ تین منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے جی ہاں تین گھروں کے بعد اس کا مکان ہے۔"

"اندر چلو۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں روزیٹی کو یہیں بلوائے لیتا ہوں۔"

گیسپر دروازے میں مڑ گیا۔ فریدی ان کے بعد داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔

"ٹونی تم اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دیوار کی طرف مڑ جاؤ۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ اس کے ریوالور کا رخ ٹونی کے سینے کی طرف تھا۔

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ ورنہ میں فائر کر دوں گا۔"

"بہت بہتر.... مگر سنئے تو....!"

بظاہر اس کے انداز سے یہی معلوم ہوا کہ وہ ہاتھ اٹھانے جا رہا ہے لیکن حقیقتاً اس کا داہنا ہاتھ جیب کی طرف گیا تھا۔ فریدی کے ریوالور کی سرخ زبان نکل پڑی اور ٹونی دیوار سے جا ٹکا۔ گولی اس کی انگلیوں کو چھوتی ہوئی دوسری طرف کی دیوار میں دھنس گئی تھی۔

ٹونی نے خوفزدہ انداز میں اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے، گیسپر خاموش گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر ٹونی کی جیبوں سے دو چھوٹے چھوٹے ہینڈ بم برآمد کئے۔

"غالباً کسی امن کانفرنس میں شرکت کا ارادہ تھا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

ٹونی کچھ نہ بولا۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور آنکھیں کسی ایسے چوپائے کی آنکھوں سے مشابہ نظر آ رہی تھیں جو کسی درندے کے حملے کا منتظر ہو۔

"تمہاری اڑان کی حدود ختم ہو گئیں۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیپٹن حمید کہاں ہے۔"

"وہ فن آئی لینڈ لے جائے گئے تھے۔ میں اتنا ہی جانتا ہوں۔ سونا گھاٹ سے ایک سفید کشتی انہیں لے گئی تھی۔ ہم دراصل شہر ہی چھوڑ دینے کے خیال سے باہر نکلے تھے اور گیسپر نے یہ اطلاع بھی غلط نہیں دی تھی کہ آپ کو چارلی سے بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔"

"اگر یہ جھوٹ ہوا تو میں تمہیں جیل سے نکال کر قتل کر دوں گا۔"

"دیکھئے جیل کی بات نہ کیجئے۔" ٹونی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کو علم ہے کہ میں ضمانت پر ہوں۔"

اگر یہ دستی بم تمہارے پاس سے برآمد نہ ہوئے ہوتے تو میں اس پر غور کرتا ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہائی سرکل نائٹ کلب والے امریکن سے تمہاری دوستی کتنی پرانی ہے۔"

ایک بار پھر ٹونی کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ہونٹ ہل کر رہ گئے۔ فریدی بھی شائد اب وقت نہیں برباد کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے گفتگو کا سلسلہ آگے نہیں بڑھنے دیا۔

ایک بار پھر اس نے رمیش اور ریکھا کو فون کیا۔ اب گیسپر کی جھگڑیوں میں ٹونی بھی شریک ہو گیا تھا۔ انہیں دو ڈیوٹی کانسٹیبلوں کے چارج میں دے کر فریدی بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ امریکن کا مسئلہ اہم تھا مگر وہ اس کے متعلق گفتگو کو طول دے کر حمید کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ ویسے اسے اطمینان تھا کہ وہ دونوں زندہ ہی ہوں گے کیونکہ اگر مار ڈالنا ہی مقصود ہوتا تو وہ انہیں اس مکان سے اٹھالے جانے کا خطرہ کیوں مول لیتے۔

بندرگاہ سے وہ جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب شام ہو چکی تھی اور سورج پانی میں ڈوبتا ہوا ایک بہت بڑا آگ کا گولا معلوم ہو رہا تھا۔

اسکے جزیرے میں پہنچنے کے پانچ ہی منٹ بعد دس سادہ لباس والے بھی پہنچ گئے۔ فریدی نے انہیں کچھ ہدایات دے کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیا۔ دو آدمی فریزبار کے سامنے بھی ٹھہرے۔

فریدی بار میں داخل ہوا سب سے پہلے اس کی نظر بار ٹنڈر ہی پر پڑی۔ جو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا اُسے دیکھ کر پلکیں جھپکا رہا تھا۔ یہ گٹھیلے جسم کا ایک پستہ قد یوریشن تھا۔

فریدی کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ چارلی سیدھا کھڑا تھا اور اس کے اعضاء بے حس و حرکت تھے۔ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور دونوں کی پلکوں نے جھپکنا چھوڑ دیا تھا۔

"اب تمہیں لامحالہ میری ضرورت ہو گی۔" فریدی کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"میں فریدی ہوں۔"

چارلی سکتے کی سی حالت میں کھڑا رہا پھر سنبھل کر بولا۔ "فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ وہائٹ بریڈ پیل ایل کے بیرل آج ہی آئے ہیں۔ مگر بہت سے لوگ اُسے پسند نہیں کرتے۔ اوہ ٹھہریئے.... کیا میں آپ کے لئے گولڈن ایگل پیش کروں۔ اس بار میں آپ کو صرف بیئر ہی مل سکے گی۔"

"کیپٹن حمید اور سر فیاض کی پوتی کہاں ہے۔" فریدی نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا آپ کیا فرما رہے ہیں۔"

"ٹونی اور گیسپر کے ذریعہ یہاں تک پہنچا ہوں۔"

دفعتاً چارلی نے پلٹ کر کاؤنٹر کے پیچھے کھلے ہوئے دروازے میں چھلانگ لگائی۔ فریدی نے کاؤنٹر پر ہاتھ ٹیکے اور دوسری طرف کود گیا۔

چارلی نکل جانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ وہ دیوار سے لگے ہوئے ایک بٹن کو بار بار دباتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ اس وقت فریدی نے اس کی اس حرکت پر دھیان نہیں دیا۔

"کیا تم نہیں بتاؤ گے۔" فریدی اس کی گردن دبوچے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بتاتا ہوں...." وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "وہ....وہ....!"

اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ وہ اتنی جلدی کیسے بیہوش ہو سکتا ہے جسم کی بناوٹ تو ایسی نہیں تھی جس پر کسی قسم کی کمزوری کا شبہ بھی ہو سکتا تو پھر شاید یہ مکاری تھی۔

مگر یہ مکاری کافی دیر جاری رہی۔ لوگ کاؤنٹر پر کھڑے اندر کی طرف جھانک رہے تھے لیکن سادہ لباس والوں نے انہیں اندر نہیں داخل ہونے دیا۔ بار کا مالک ایک پارسی تھا جب اُسے معلوم ہوا کہ بار میں پولیس موجود ہے تو اس کی دھندلی آنکھوں سے بہت زیادہ مقدار میں پانی بہنے لگا۔ وہ دبلے پتلے ڈیل کا آدمی تھا اور شاید اعصابی اختلاج کا مریض بھی.... اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ کاؤنٹر ہی تک جا سکتا۔

فریدی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔ یہ دروازہ بند تھا۔ دونوں دروازے بند ہونے کی بناء پر یہاں اندھیرا ہو گیا تھا۔ فریدی کاؤنٹر کی جانب کا دروازہ بند کر کے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا لیکن ابھی اس کا ہاتھ سوئچ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس نے چارلی کی چیخ سنی۔

"ارے مار ڈالا۔"

"چٹ۔" راہداری میں روشنی ہو گئی اور پھر اگر فریدی ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو اس بڑے سانپ نے اُسے ڈس ہی لیا تھا، جو چارلی کے جسم پر سے اس پر جھپٹا تھا۔

فریدی نے راہداری کے دوسرے سرے کی طرف چھلانگ لگائی اور مڑتے مڑتے سانپ کے پھن پر فائر کر دیا۔ سانپ دروازے سے ٹکرا کر دھپ سے فرش پر جا گرا۔ دو تین لہریں لیں اور ٹھنڈا ہو گیا۔

چارلی اپنی پنڈلی دبائے کسی خوفزدہ بچے کی طرح سسکیاں لے رہا تھا۔

"میں نے خطرے کی گھنٹی بجائی تھی۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "وہ سب اس عمارت میں ہیں اوپری منزل پر.... انہوں نے.... مم.... مجھے مار.... ڈالا.... لا.... ہج....!"

اس کے منہ اور ناک سے خون کی بوچھاڑ سی نکل کر دیوار پر پڑی اور پھر فریدی نے اسے دم توڑتے دیکھا۔ دوسری طرف کا دروازہ بند تھا۔ فریدی نے اُسے دھکا دیا لیکن کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے کاؤنٹر کی طرف کا دروازہ کھولا۔ پانچ چھ آدمی سراسیمگی کے عالم میں کھڑے تھے۔

انہیں سادہ لباس والوں نے باہر نہیں نکلنے دیا تھا۔

"اندر ایک لاش ہے۔" فریدی نے بلند آواز میں کہا۔ "کوئی ادھر نہیں جائے گا۔"

لیکن فریدی کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اب وہ مجرموں کو نہ پا سکے گا۔ اوپری منزل پر جانے سے پہلے ہی اس کے علم میں لایا گیا کچھ دیر پہلے پانچ یا چھ آدمی نیچے کھڑی ہوئی ایک اسٹیشن ویگن میں فرار ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا کہ وہ زبردستی کہیں لے جایا جا رہا ہے ان لوگوں کے پاس کوئی سامان بھی نہیں تھا۔

فریدی تین سادہ لباس والوں کے ساتھ اوپری منزل پر پہنچا، لیکن یہاں چاروں طرف سناٹے کی حکمرانی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کے مکین کہیں بے خبر سو رہے ہوں کسی جگہ بھی انتشار یا بد نظمی کے آثار نہیں دکھائی دیئے۔ فریدی یہاں اس توقع پر آیا تھا کہ ممکن ہے حمید اور شکیلہ یہیں ہوں۔

اُسے مایوسی نہیں ہوئی۔ سب سے پہلے اُسے شکیلہ ملی، جو ایک کمرے میں بند تھی۔ اُس سے اُسے معلوم ہوا کہ حمید کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے اور وہ بھی یہیں کہیں بند ہوگا۔ شکیلہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی اور بار بار فریدی کو اس طرح گھورنے لگتی تھی جیسے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

یہاں سات کمرے تھے۔ ایک میں حمید نظر آیا۔ وہ کمرے کے وسط میں کھڑا تھا۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ فریدی کو دیکھتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"حمید....!" فریدی نے اُس کا شانہ ہلا کر آواز دی۔

"میرا نام نربدا پرشاد ہے۔" حمید نے آہستہ سے جواب دیا۔

"تب تو ٹھیک ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اب دماغ ٹھیک ہو جانا چاہئے ورنہ اٹھا کر نیچے پھینک دوں گا۔"

"کیا وہ.... لڑکی موجود ہے۔" حمید نے آنکھیں بند کئے ہوئے پوچھا۔

"کیوں!"

"میں پھر پاگل ہو جاؤں گا۔"

فریدی نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا اور حمید نے آنکھیں کھول دیں۔ شکیلہ اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

حمید نے اپنی بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "یہ میری تفریح تھی۔"

فریدی کمروں کی تلاشی لینے لگا لیکن حمید کچھ اسطرح لاپرواہ نظر آرہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کچھ دیر بعد فریدی دوسری طرف کے زینوں سے نیچے اتر رہا تھا۔ جن کا اختتام ایک بند دروازے کے قریب ہوا تھا۔ بولٹ نیچے گرا کر اس نے دروازہ کھولا۔ اب وہ اسی راہداری میں کھڑا تھا جہاں اس نے چارلی کی لاش چھوڑی تھی۔ وہ اب بھی وہیں پڑی تھی۔

بار کے پارسی مالک کو غش پر غش آرہے تھے۔ فریدی اس کی طرف بڑھا۔ وہ سادہ لباس والوں کو اس اسٹیشن ویگن کی تلاش میں روانہ کر چکا تھا جس میں مجرم فرار ہوئے تھے۔

بوڑھے پارسی کو گفتگو کرنے کے لئے کافی دیر لگی۔

"یہ عمارت میری ہی ملکیت ہے۔" پارسی کہہ رہا تھا۔ "ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ تین غیر ملکی سیاحوں نے اوپری منزل کرائے پر لی تھی۔ وہ آرٹسٹ تھے، جلد ہی ان کا حلقہ احباب بڑھ گیا اور بہت زیادہ لوگ یہاں آنے جانے لگے۔"

"چارلی تمہارے پاس کب سے تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ایک سال سے۔"

"وہ سیاح کس ملک کے باشندے تھے۔"

"اٹلی کے، انہوں نے یہی بتایا تھا۔"

"کیا ان لوگوں کے پاس ان کی ذاتی کشتی بھی تھی۔"

"مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے جناب۔"

"مکان کرایہ پر لینے کے سلسلے میں کوئی تحریری معاہدہ ہوا تھا۔"

"نہیں جناب، چونکہ میرے ایک معتمد ملازم نے ان کی ضمانت دی تھی اس لئے میں نے کسی قسم کی تحریری کاروائی کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

"وہ معتمد ملازم کہاں ہے۔"

"چارلی۔"

"اوہ.... آپ کو اس پر اعتماد تھا۔"

"بہت زیادہ۔ اس نے آج تک مجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔"

تفتیش کا سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکا کیونکہ پارسی کی معلومات محدود تھیں۔ وہ یہ بھی نہ بتا سکا کہ چارلی کون تھا۔ کہاں سے آیا تھا اور اس کے خاندان کے دوسرے افراد کہاں تھے، ویسے وہ اسی عمارت کے ایک کمرے میں تنہا رہتا تھا۔"

چارلی کی لاش ضروری کاروائیوں کے بعد اٹھوادی گئی اور عمارت پر پولیس کا پہرہ قائم کر دیا گیا۔

ان کی واپسی تقریباً دس بجے ہوئی۔ شکیلہ کو پہلے ہی دو سادہ لباس والوں کے ساتھ شہر بھجوا دیا گیا تھا۔ روانگی سے قبل فریدی نے اس سے بھی سوالات کئے تھے اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ سر فیاض کی حیثیت ان معاملات میں کافی اہمیت رکھتی ہے۔

اُس نے حمید سے بھی سارے واقعات سنے اور بولا۔ "میرا خیال ہے انہیں توقع تھی کہ ہم دونوں ارجن پورے والے مکان میں ضرور جائیں گے۔ دراصل وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہیں کہ شکیلہ ہمیں سر فیاض کی قیام گاہ پر کیوں لے گئی تھی۔"

"اس کی شامت نے پکارا تھا، اسی لئے لے گئی تھی۔" حمید نے جواب دیا۔

"لڑکی کافی ذہین معلوم ہوتی ہے۔ حمید صاحب اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔"

"کیا تسلیم کر لینے پر میں دو چار بچوں کا باپ ہو جاؤں گا۔ چلئے تسلیم کر لیا۔"

"بس تمہیں ایک آرٹ آتا ہے صاحبزادے۔ جہاں دیکھا بس نہیں چلتا۔ پاگل بن گئے، کبھی دھوکا بھی کھا جاؤ گے۔"

"اگر وہ سنتھیلک گیس نہ استعمال کرتے تو میں اس کا قصد بھی نہ کرتا۔ سنتھیلک گیس کی زیادہ مقدار دماغ ماؤف بھی کر سکتی ہے۔"

"موت سے بھی ہم کنار کر سکتی ہے، حمید صاحب مگر لڑکی نے خاصی بات بنائی انہیں اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی کہ وہ ہمیں اپنے گھر کیوں لے گئی تھی۔ اوہ.... مگر فضول، انہیں حقیقت کا علم ہو ہی جائے گا کیونکہ سر فیاض کا سیکریٹری مخدوم بھی اس نامعلوم سازش کا شریک خیال کیا جا سکتا ہے۔"

"کیوں....؟"

فریدی نے اُسے اس امریکن کے متعلق بتایا جو ہائی سرکل نائٹ کلب میں مقیم تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "آخر یہ چارلی کیسے مر گیا۔ ان لوگوں نے اسی وقت اس کے لئے راہداری میں سانپ ڈالا ہو گا۔"

"یہ قرین قیاس نہیں ہے اگر وہ اسی وقت سانپ ڈال سکتے تھے تو مجھ پر فائر کر دینے میں کیا دشواری ہو سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ جس وقت میں کاؤنٹر کی طرف کا دروازہ بند کر رہا تھا اسی وقت سانپ بھی ڈالا گیا ہو گا۔ اسی وقت مجھ پر بھی فائر کیا جا سکتا تھا کیونکہ میری پشت اسی دروازے کی طرف تھی جس سے سانپ راہداری میں ڈالا گیا ہو گا۔ نہیں حمید صاحب کہانی ہی اور ہے وہ اس وقت کوئی ڈرامہ تو اسٹیج ہو نہیں رہا تھا کہ اس میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے سراغ رساں کو آخیر

تک زندہ رکھنے کی ضرورت ہوتی۔ وہ میرا کام تمام کر کے قصہ ہی ختم کر سکتے تھے۔"

"پھر سانپ کہاں سے آیا۔"

"کہیں سے نہیں۔ وہ وہیں رہتا تھا اور حقیقتاً وہ اسی لئے وہاں رکھا گیا تھا کہ خطرے کی گھنٹی بجانے والے کو ڈس لے۔ گھنٹی کے اوپر ایک خفیہ خانہ تھا جو گھنٹی کا بٹن دبانے سے کھل جاتا تھا۔ یہ بعد کی تفتیش کے دوران میں معلوم ہوا حمید صاحب یہ طریق کار خود ہی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ان معاملات میں ڈاکٹر ڈریڈ کے علاوہ اور کسی کی ذہانت کو دخل نہیں ہو سکتا۔ خطرے کی گھنٹی اسی لئے لگائی تھی کہ وہ ہر وقت ہوشیار ہو سکیں، لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ خطرے کی اطلاع دینے والا بھی بچ نکلتا۔ اس لئے اس کا مر جانا ہی ان کے لئے مفید ہو سکتا تھا۔ بہر حال گھنٹی کا بٹن دبتے ہی خفیہ خانہ کھلا اور اُس میں سے سانپ نکل کر چارلی پر آ رہا۔"

"آخر سر فیاض کا کیا قصہ ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اُسے دیکھنا پڑے گا۔ ابھی تو ٹونی سے بہتیری معلومات فراہم کرنی ہیں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر ڈریڈ اب بھی یہیں موجود ہے۔"

پھر اس نے حمید کو فنچ کے متعلق بتایا اور حمید حیرت زدہ رہ گیا۔

مہم

دوسری صبح حمید کو فریدی ناشتے کی میز پر نہیں ملا۔ وہ ناشتہ کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ حلق سے اترتا ہوا نوالہ پھر منہ میں واپس آ گیا۔ وہ سمجھا کہ فون لازمی طور پر فریدی ہی کا ہو گا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں یہی غنیمت تھا کہ نوالہ منہ کے اندر ہی رہے۔ ورنہ اُسے تو باہر آ جانا چاہئے تھا کیونکہ آج حمید سو فیصدی آرام کے موڈ میں تھا۔ اُس نے رو دینے والی آواز میں "ہیلو" کہا۔

"کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آواز نسوانی تھی۔"

"کیپٹن حمید۔" حمید نے پُر وقار آواز میں جواب دیا۔

"تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔" ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔ اب حمید نے شکیلہ کی آواز پہچان لی تھی۔

"تو یہ تم ہو شکیلہ۔" حمید غصیلی آواز میں بولا۔

"جی ہاں۔ فریدی صاحب کے لئے ایک اطلاع ہے۔"

"مگر فریدی صاحب موجود نہیں ہیں، لہٰذا وہ اطلاع محفوظ رکھو۔"

"آپ انہیں مطلع کر دیجئے۔"

"بھئی تم اپنی اطلاعات اپنے پاس ہی رکھو تو بہتر ہے۔" حمید نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ شکیلہ ہنس پڑی۔

"آپ بہت خائف ہیں کیوں۔ مگر مجھ پر توکل کے واقعات کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں پڑا۔"

"کیا اطلاع ہے۔" حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"مخدوم پچھلی رات سے غائب ہے۔"

"اچھا میں آج رات تک اُسے قتل کر دوں گا۔" حمید نے بڑی لاپروائی سے کہا۔ "اور کچھ۔"

"تم سے فون پر گفتگو کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ اچھا میں خود ہی آ رہی ہوں۔"

"پھاٹک پر دو تین خونخوار قسم کے کتے تمہارے منتظر رہیں گے۔"

"میں انہیں بھی دیکھ لوں گی۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

حمید دراصل فنچ کی فکر میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی ڈاکٹر ڈریڈ کے چکر میں ہے کیوں نہ وہ فنچ کی تلاش جاری رکھے۔ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ فریدی کی مدد کے بغیر کوئی بڑا کام انجام دے ڈالے۔

وہ کمرے سے نکل کر فریدی کی تجربہ گاہ میں آیا۔

کچھ دیر بعد وہ ادھیڑ آدمی کے میک اپ میں تجربہ گاہ سے نکل رہا تھا۔ عادی قسم کے شرابیوں کی طرح اس کی پلکیں سرخ اور قدرے متورم نظر آ رہی تھیں۔

پھر وہ باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ملازم نے شکیلہ کا وزیٹنگ کارڈ دیا اور حمید ڈرائنگ روم کی طرف چلا آیا۔

شکیلہ نے اُسے دیکھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"کل تم خوفزدہ نہیں تھیں۔" حمید نے آواز بدلے بغیر پوچھا۔

شکیلہ چونک پڑی پھر تحیر آمیز ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تو یہ آپ ہیں۔"

"میری بات کا جواب دو۔"

"نہیں میں خوفزدہ نہیں تھی۔"

"پھر ایسے کسی تجربے سے دوچار ہونے کی ہمت ہے۔"

"ہے کیوں نہیں۔"

"چلو گی۔ مگر جگہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا جائے گا۔"

"چلوں گی۔ کیا تم مجھے ڈرپوک سمجھتے ہو۔"

"میک اپ میں چلنا پڑے گا۔"

"اوہ....!" دفعتاً شکیلہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ تقریباً ہانپتی ہوئی بولی۔ "مجھے اس کا بڑا شوق ہے میں ضرور چلوں گی۔"

"شلوار.... اتار کر اسکرٹ پہننا پڑے گا۔"

"میرے پاس اسکرٹ بھی ہیں۔"

"اونہہ.... میرے پاس بھی ہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہاں.... اسکرٹ....!" شکیلہ حیرت سے بولی۔ "میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی عورت نہیں ہے۔"

"تو گویا دنیا کی ساری نعمتیں صرف عورتوں ہی کے لئے ہیں۔" حمید نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے نہیں صاحب۔" شکیلہ سنجیدگی سے بولی۔ "دوپٹہ بھی آپ کے لئے ہے، فراک بھی آپ کے لئے۔ غرارہ بھی آپ کے لئے ہے۔"

"اچھا.... بس اب زیادہ فیاضی سے کام نہ لو میرے ساتھ آؤ۔"

حمید اسے تجربہ گاہ میں لایا اور بڑی الماری کا دروازہ کھولنے لگا جو مقفل تھا۔ لیکن جیسے ہی دروازہ کھلا شکیلہ متحیر رہ گئی کیونکہ وہ حقیقتاً الماری نہیں تھی بلکہ ایک چھوٹے سے کمرے کا دروازہ تھا۔

حمید اسے دروازے میں دھکیلتا ہوا بولا۔ "جاؤ.... وہاں تمہیں ہر قسم کا لباس ملے گا کوئی اچھا سا اسکرٹ منتخب کر لینا۔"

اس نے دروازہ بند کر دیا اور تجربہ گاہ میں ٹہلنے لگا۔ مشکل سے تین منٹ گزرے ہوں گے کہ باہر سے قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور فریدی اندر داخل ہوا، وہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر حمید کو گھورتا ہوا بولا۔ "شکیلہ کہاں ہے۔"

"آج میں کام کے موڈ میں ہوں۔" حمید نے لاپرواہی سے کہا۔ "اُسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

"لیکن اُسے یہاں تجربہ گاہ میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اوہو.... وہ تو اس وقت ڈریسنگ روم میں ایک اچھا سا اسکرٹ تلاش کر رہی ہے۔"

"حمید تمہیں قتل کر دوں گا۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔

"میں منٹوں میں قاتل کا سراغ نکال کر قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

"اُسے باہر نکالو۔"

"خود ہی آجائے گی۔ معلوم نہیں کس پوزیشن میں ہو۔"

فریدی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی لیکن شکیلہ فریدی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"کیا کل کا تجربہ محتاط رہنے کیلئے کافی نہیں تھا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "باہر آؤ۔"

شکیلہ چپ چاپ نکل آئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "انہوں نے کہا تھا۔"

"کل کا تجربہ تمہیں ساری زندگی یاد رہنا چاہئے۔ بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

شکیلہ بیٹھ گئی۔

"کیا تم مخدوم کے متعلق اور کچھ نہیں بتا سکتیں۔"

"میں اسی کے متعلق ایک بات بتانے کے لئے آئی تھی۔"

"کیا....؟"

"وہ کل رات سے غائب ہے اور دادا جان نہ صرف ہوش میں آگئے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔ انہیں اپنی بیہوشی قطعی یاد نہیں ہے یعنی وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔"

"تم یہ اپنا میک اپ ختم کرو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔ اور پھر شکیلہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آج رات کو وہ ایک جگہ مدعو ہیں۔ وہاں ضرور جائیں گے حالانکہ ہم لوگ نہیں چاہتے۔" شکیلہ نے کہا اور خاموش ہو کر حمید کی طرف دیکھنے لگی، جو واش بیسن پر جھکا ہوا کسی عرق سے اپنا چہرہ صاف کر رہا تھا۔

"کہاں مدعو ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"رائے شنکھر کے یہاں۔ وہاں وہ تین دن تک قیام کریں گے۔"

"تین دن تک۔"

"ہاں.... رائے شنکھر ہمارے یہاں آئے تھے، وہ انہیں مدعو کر گئے ہیں۔ آج رات کو ان

کی شہری قیام گاہ پر ایک تقریب ہے، اس کے بعد وہ چند دوستوں کے ساتھ اپنے دیہی مکان میں جائیں گے وہاں تین دن تک قیام رہے گا۔ یونہی تفریحاً۔"

"دیہی قیام گاہ کہاں ہے۔"

"سونا گھاٹ کے قریب کہیں ہے۔"

"اوہ....!"

فریدی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے شکیلہ سے کہا۔ "اب تم جاؤ۔ اگر تم نے اس سلسلے میں مزید حماقتیں کیں تو نتیجے کی خود ذمہ دار ہو گی۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ان معاملات میں سکوت اختیار کرو۔ ہم سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کوئی خاص بات ہو تو فون پر مطلع کرو۔ ہم میں سے کوئی گھر پر موجود ہو یا نہ ہو۔ اپنا پیغام پہنچا دو۔ وہ ہم تک پہنچ جائے گا۔ اس سے ضرور مطلع کرنا کہ مخدوم کب اور کس وقت گھر آتا تھا اس پر گہری نظر رکھو۔"

"بہر حال دادا جان کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔" شکیلہ نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"اور اس وقت کے حالات تو یہی کہتے ہیں لیکن تم مجھ سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کرو گی۔ بس اب جاؤ۔"

"بس اب جاؤ۔" حمید نے دردناک آواز میں دہرایا۔

شکیلہ شرارت آمیز انداز میں مسکراتی ہوئی تجربہ گاہ سے نکل گئی۔

فریدی خلاء میں گھور رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور داہنے ہاتھ کی انگلیاں جیب میں پڑے ہوئے سگار پر ہولے ہولے رینگ رہی تھیں۔ دفعتاً اس نے کہا۔

"حمید تم سونا گھاٹ میں رائے شنکھر کا مکان تلاش کرو گے۔ یہ کام اسی وقت سے شروع ہو گا۔ کسی طرح اس مکان میں اپنے لئے جگہ بنانے کی کوشش کرو۔"

"رائے شنکھر وہی نا.... جس کی پلاٹینم کی کانیں ہیں۔"

"وہی.... آج کل وہ ایک امریکی سرمایہ دار چارلس براؤن سے کسی قسم کے تجارتی تعلقات پیدا کرنے کی کوششیں کر رہا ہے۔ چارلس براؤن جوہائی سرکل نائٹ کلب میں مقیم ہے۔ وہ شکاگو کا ایک بڑا سرمایہ دار ہے۔"

"وہی امریکن جس کی آپ نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہاں وہی۔ رائے شنکھر اس سے چند معاملات کرنے والا ہے۔ سر فیاض کے سیکریٹری

مخدوم سے بھی ملتا جلتا ہے اور دوسری طرف ٹونی بھی اکثر اس کے ساتھ دیکھا گیا ہے لیکن ٹونی کا کہنا ہے کہ چارلس براؤن سے وہ خود ہی ملا تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اگر وہ اس پر کسی طرح ہاتھ صاف کر سکے تو.... ٹونی پہلے بھی اکثر غیر ملکیوں کو بعض معاملات میں ٹھگتا رہا ہے۔ لہٰذا اس کے بیان کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔ تم لوگوں کے اغواء کا الزام اس نے سر بسر چارلی پر ڈال دیا ہے۔"

"مگر یہ کس قسم کی سازش ہو سکتی ہے۔"

"کس سلسلے میں.... کہو.... سازش کی اقسام کا علم شاید ارسطو کو بھی نہیں تھا تمہیں بولنا کب آئے گا۔"

"شادی کے بعد، اس سے پہلے کوی راج فلانے دھمکانے کا ہدایت نامہ خسرو، خوشدامن پڑھنا ضروری ہے۔ ورنہ ہارٹ فیل ہو جانے کی گارنٹی نہ دی جا سکے گی۔"

"وقت برباد نہ کرو۔ تمہیں ابھی اور اسی وقت سوناگھاٹ کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔ مجھے وہ عمارت معلوم ہے جسے رائے شیکھر اپنا دیہی مکان کہتا ہے مگر میں وہاں کس طرح قدم جما سکوں گا۔ شکیلہ کو بھی آپ نے ٹرخا دیا ورنہ اس سے بڑی مدد ملتی۔"

"کیا مدد ملتی۔"

"کہیں بھی قدم جمانے کے لئے عورت ضروری ہوتی ہے۔ ٹھہریئے۔ درمیان میں نہ بولئے۔ مجھے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے دیجئے۔ فرض کیجئے میں نوکروں کے بھیس میں وہاں گھسنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں کے نوکر مجھے قدم جمانے دیں گے، میرا تو خیال ہے کہ شاید وہ کمپاؤنڈ میں قدم بھی نہ رکھنے دیں۔ لیکن ایک عورت.... ہاہا.... صرف ایک عورت پورا نقشہ بدل سکتی ہے۔ سر پر بیٹھا لیا جاؤں گا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا انتظام کیا جا سکتا ہے۔"

"ریکھا۔"

"ارے توبہ توبہ۔" حمید کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میں اس کے ساتھ ایک منٹ بھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

"سنجیدگی اختیار کرو۔ میں ریکھا کو فون کرنے جا رہا ہوں۔"

"کیجئے۔" حمید نے بے بسی سے کہا اور ایک کرسی میں گر گیا۔ فریدی باہر جا چکا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اب اُسے کس قسم کا میک اپ کرنا چاہئے، ویسے ابھی لیڈی انسپکٹر ریکھا کا مسئلہ بھی باقی تھا

کہ وہ کس قسم کے میک اپ میں ہو گی۔

تقریباً دس منٹ بعد فریدی واپس آ گیا اور حمید کے چہرے کو دوبارہ کئی قسم کے لوشنوں سے دوچار ہونا پڑا۔ خود فریدی ہی اس کا میک اپ کر رہا تھا۔

اسی دوران میں ریکھا بھی آ گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کچھ ایسے حلئے میں نظر آئے کہ اُن کے والدین بھی انہیں نہ پہچان سکتے۔ ریکھا ایک الہڑ قسم کی دہقانی لڑکی کے روپ میں کھڑی تھی اور حمید ایک گاؤدی قسم کا دہقان معلوم ہو رہا تھا۔

فریدی نے ان پر الوداعی نظریں ڈالتے ہوئے بڑے آسودہ انداز میں سر ہلایا۔

خط

سونا گھاٹ کے شیکھر محل کے گرد وہ دونوں چکر لگا رہے تھے۔ حمید کی اسکیم یہ تھی کہ یہاں کے کسی ایک ملازم کی حمایت حاصل کر لے گا۔

شام ہو گئی تھی اور موسم کافی خوشگوار تھا۔ حمید نے ریکھا کی طرف اتنے پیار سے دیکھا کہ وہ بوکھلا گئی۔

"آؤ ہم تم اسی طرف سے بندرابن نکل چلیں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے پہلے تم کسی یتیم خانے میں داخلہ لے کر بھیک مانگنے کی مشق بہم پہنچالو۔" ریکھا نے جواب دیا۔ "ویسے اگر تم زیادہ بدتمیزی کرو گے تو بھگتو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ بہت کم بدتمیزی کروں گا۔"

"شٹ اپ....!"

"ہائیں.... کیا تم اس حلئے میں انگریزی بولو گی۔ ذرا سنبھل کر، ورنہ یہ حلیہ رکھا ہی رہ جائے گا اور تم حلوہ بنالی جاؤ گی۔"

"بکواس مت کرو، ورنہ چانٹا مار دوں گی۔"

"اور پھر میں ڈنڈوں سے تمہاری خبر لوں گا۔ تمہارا گھر والا ٹھہرا اور دہقانی بھی۔"

یہ جھک جھک ہو ہی رہی تھی کہ پھاٹک سے ایک آدمی نکلا جو وضع قطع سے ملازم ہی معلوم ہوتا تھا اس نے چاہا کہ ریکھا کو گھورتا ہوا قریب سے نکل جائے حمید نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا

چونکہ وہ ریکھا کو گھور رہا تھا اس لئے حمید کی اس غیر متوقع حرکت پر بوکھلا گیا۔

"ہم پردیسیوں کی بھی سن لے بھائی۔" حمید نے کہا۔

یہ جملہ بھی غیر متوقع ہی تھا۔ وہ نوکر اور زیادہ چغد نظر آنے لگا۔

"ہم بھکاری نہیں ہیں۔" حمید نے کہا۔

"ارے نہیں جی بھکاری کیوں۔" نوکر جلدی سے بولا۔

"ہمیں نوکری چاہئے ورنہ ہم دونوں پردیس میں بھوکے مر جائیں گے یار۔"

"نوکری....!" ملازم نے تشویش کن نظروں سے دونوں کو باری باری دیکھا اور اپنے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "یہاں جرورت تو نہیں ہے پر میں.... دیکھو.... میں بتاؤں سرکار آج آئیں گے.... پر بہت رات گئے.... ٹھہرو.... ایک ترکیب ہے.... میری پھوپھی کے لڑکے بن جاؤ.... یہ گھر والی ہے نا تمہاری۔"

"ہاں بھیا۔"

"بس تو پھر تم میری پھوپھی کے لڑکی بن جاؤ۔ سپارش کروں گا صاحب سے۔"

"واہ.... بھیا بڑے دیالو ہو۔ بھگوان بھلا کرے تمہارا۔"

"تو چلو میرے ساتھ.... آؤ۔" اس نے کہا۔ وہ بار بار للچائی ہوئی نظروں سے ریکھا کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

وہ انہیں شیکھر محل کی کمپاؤنڈ میں لایا اور چلتے چلتے رک کر بولا۔ "پر دیکھو دوست جاہر نہ ہونے پائے کسو پر کہ تم میری پھوپھی کے لڑکے نہیں ہو۔"

"ارے نہیں یار ایسا بھی کیا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "بھوکا تھوڑے ہی مرنا ہے۔"

پھر نوکر نے اس قسم کی گفتگو شروع کر دی جیسے اس سے زیادہ نیک آدمی پچھلی کئی صدیوں سے پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ حمید سر ہلا ہلا کر ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ ریکھا دل ہی دل میں کباب ہو رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو اس نوکر کی گردن ہی اڑا دیتی جس کی زبان تو متبرک پانیوں سے دھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی مگر آنکھیں.... ان میں کتنی شدید بھوک تھی وہ بار بار کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

وہ انہیں شاگرد پیشہ کے ایک کمرے میں لایا اور بولا۔ "تم دونوں یہیں رہنا اور میں کہیں اور پڑ رہوں گا۔ ہاں بھابی دیکھو کسی بات کی تکلیف مت اٹھانا۔ تمہارا ہی گھر ہے۔"

ریکھا کچھ نہ بولی۔ لیکن حمید بہت زور زور سے گردن ہلاتا ہوا بولا۔ "جرور۔ جرور۔"

جب وہ چلا گیا تو ریکھا بُرا سا منہ بنائے ہوئے بڑبڑانے لگی۔

"یہ سب مجھ سے نہیں ہوگا۔ ہاں.... کیا مصیبت۔"

"ارے واہ.... کیا تم سچ مچ خود کو میرے گھر والی سمجھنے لگی ہو۔ یہ سب نہیں ہو سکتا تو پھر کیوں آئی تھیں اس محکمے میں۔"

ریکھا کچھ نہ بولی اور حمید نے کہا۔ "تم ڈرتی کیوں ہو۔"

وہ رات انہوں نے اسی کوٹھری میں بسر کی۔ رات کا کھانا ان کا "پھوپھی زاد" بھائی وہیں پہنچا گیا تھا اور اسی سے یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ "صاحب" اپنے مہمانوں سمیت آ گیا ہے۔

دوسری صبح ان دونوں کو نوکری مل گئی۔ حمید نے مہمانوں میں سے ایک ایک کو پہچانا۔ سر فیاض بیمار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ ایک طویل القامت اور قوی الجثہ بوڑھا تھا۔ مہمانوں میں شہر کے تین بڑے سرمایہ دار بھی تھے۔ سیٹھ نورانی، سیٹھ نوشیرواں اور میجر سعید۔ دو بڑے وکلا مسٹر طارق اور مسٹر جعفری سپریم کرٹ کے ایک جج جسٹس شرما کی شخصیت بھی خاصی نمایاں تھی۔

وہ سب غالباً تبدیلی آب و ہوا کے لئے یہاں آئے تھے۔ رائے شیکھر یہاں کے متمول ترین آدمیوں میں سے تھا۔ وہ اکثر اپنے اس دیہی محل میں پُر تکلف دعوتیں دیتا رہتا تھا۔ مہمان آتے اور کئی کئی دن ٹھہرتے۔ مختلف قسم کی تفریحات ہوتیں۔ شطرنج سے لے کر "عورت" تک ہر قسم کے کھیل موجود تھے۔

شام کو وہ سب لان پر نکل آئے۔ میجر سعید بڑا اچھا نشانہ باز تھا وہ اپنے جوہر دکھانے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عمدہ قسم کی رائفل تھی جس سے وہ پائیں باغ کے پھلدار درختوں پر نشانہ لگا رہا تھا جس پھل کی طرف دیکھنے والوں کا اشارہ ہوتا اسی پر نشانہ لگایا جاتا اور وہ دوسرے ہی لمحے میں زمین پر دکھائی دیتا۔ واقعی بڑا مشکل کام تھا۔ پھل داغدار ہوئے بغیر زمین پر آ رہتا۔ عورتیں قہقہے لگا رہی تھیں۔ میجر سعید ان کی تعریفوں سے خوش ہو کر اور زیادہ مشاقی کے ثبوت پیش کر رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت ایک کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی وہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کار سے ایک سفید فام غیر ملکی اترا۔ وہ لوگ اسے خوش آمدید کہنے کے لئے آگے بڑھے۔

حمید میجر سعید کے کارتوسوں کی پیٹی اٹھائے ہوئے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

آنے والا اجنبی مہمان شاید موجودہ مہمانوں سے زیادہ بلند مرتبہ تھا کیونکہ شیکھر اس کے لئے گویا بچھا جا رہا تھا۔

شام کی چائے لان پر سرد کی گئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ سچ مچ وقت کی بربادی ہی نہ ہو۔

فریدی آدمی ہی ہے اور اندازے کی غلطی اس سے بھی ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے یہ سب کچھ محض فریب نظر ہو، وہم ہو۔ ٹونی اگر امریکن کے ساتھ دیکھا گیا تھا تو اس کے پاس اس کا جواب بھی موجود تھا یعنی اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس سے کچھ روپیہ ہتھیا لے۔ اس لئے پہلے بھی کئی بار وہ غیر ملکیوں کو ٹھگنے اور دھوکا دینے کے جرم میں ماخوذ ہو چکا تھا۔

اگر مخدوم چارلس براؤن سے ملتا رہا تھا تو یہ بھی کوئی انہونی بات نہیں تھی کیونکہ چارلس براؤن ایک غیر ملکی سرمایہ دار تھا اور اسی غرض سے یہاں آیا تھا کہ یہاں کی صنعتوں میں اپنا سرمایہ لگائے، سر فیاض بھی شہر کے بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا۔ ممکن تھا کہ مخدوم کا چارلس براؤن سے ملنا جلنا کاروباری ہی حیثیت رکھتا رہا ہو۔

بہر حال جتنا کچھ حمید کے علم میں تھا اس کی بناء پر کوئی یقینی صورت سامنے نہیں آسکتی تھی، ہو سکتا تھا کہ فریدی نے اب تک اُسے اصلیت سے آگاہ ہی نہ کیا ہو۔

اس وقت یہاں آنے والا چارلس براؤن ہی تھا۔ حمید کو اس کا نام اس وقت معلوم ہوا جب رائے شیکھر اپنے بعض دوستوں سے اس کا تعارف کرا رہا تھا۔ مرد شاید اسے پہلے ہی سے جانتے تھے اس لئے یہ تعارف عورتوں ہی تک محدود رہا۔ ان کی گفتگو سے حمید نے اندازہ لگایا کہ چارلس براؤن بھی کچھ دن شیکھر محل ہی میں قیام کرے گا۔

حمید نہیں جانتا تھا کہ اسے یہاں رہ کر کرنا کیا تھا۔ کیونکہ فریدی نے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ وہ تو صرف اس پر مصر رہا تھا کہ اس کا داخلہ شیکھر محل میں ضروری ہے۔

رات ہوئی اور وہ پھر اُسی کمرے میں آگیا جہاں پچھلی رات گذاری تھی ریکھا موجود تھی اور بہت زیادہ بیزار نظر آرہی تھی۔

حمید نے کراہ کر چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کلو کی ماں جرا حقہ بھر دے۔"

"میں تمہارے منہ میں جلتی ہوئی لکڑی ٹھونس دوں گی۔"

"ارے واہ! اگر میں ایسے میں سب کے سامنے تمہیں پیٹنا شروع کر دوں تو تم میرا کیا کر لوگی۔ محل کے بڑے آدمی مجھے گنوار سمجھ کر ٹال جائیں گے اور یہ نوکر صرف دور ہی سے ہاں ہاں کریں گے، پاس کوئی بھی نہیں آئے گا۔ مگر کیا تم یہ کہہ سکو گی کہ تم لیڈی انسپکٹر ریکھا ہو یا میں کیپٹن حمید ہوں۔"

"میں تمہاری گردن اپنے دانتوں سے ادھیڑ دوں گی۔"

"بڑی اذیت پسند معلوم ہوتی ہو۔ باہر بڑی حسین چاندنی بکھری ہوئی ہے۔ کلو کی ماں کتنے

دن ہوئے ہم نے چاندنی میں گھاس نہیں کھائی۔"

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔" ریکھا نے جھنجھلا کر کہا۔

"ہم لوگ چاند کو شہد میں ڈبو کر کھائیں گے، یعنی ہنی مون منائیں گے، کلو کی ماں اس کی پرواہ نہیں کہ کلو موجود ہے یا نہیں۔"

ریکھا کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر دیوار سے لگ گئی۔ حمید ہنستا رہا۔

کمرے میں ایک چارپائی تھی اور پچھلی رات بھی ریکھا کو زمین ہی پر سونا پڑا تھا اور حمید نے چارپائی پر خراٹے لئے تھے وہ کم از کم ریکھا کے لئے اتنی تکلیف نہیں اٹھا سکتا تھا کہ خود زمین پر سوتا۔ وہ بہت مغرور تھی اور حمید کو اسے نیچا دکھانے میں ہمیشہ بڑی لذت محسوس ہوتی تھی۔

"تم ابھی تک کرنل فریدی کو نہیں سمجھ سکیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب....!" ریکھا نے کہا جو کانوں سے انگلی نکال چکی تھی۔

"یہ میری نہیں بلکہ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ کرنل فریدی کا دماغ کسی وقت بھی خراب ہو سکتا ہے۔"

ریکھا کچھ نہیں بولی۔ حمید نے پھر کہا۔ "یہ تو خود ہی معلوم کرنا پڑے گا کہ ہم یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں۔ فریدی صاحب نے آج تک قبل از وقت کچھ نہیں بتایا اور یہ قبل از وقت بعض اوقات مجھے قبل از مرگ معلوم ہونے لگتا ہے، مگر کیا کیا جائے اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"کیا کرو گی سمجھ کر، تن بہ تقدیر بیٹھو۔ زندگی ہے تو شادی بیاہ بھی ہو جائے گا تمہارا۔ ہمیں بھی خوشی ہو گی کلو کی ماں۔"

"خدا غارت کرے تمہیں۔" ریکھا زمین پر لگے ہوئے بستر پر جا پڑی اور کمبل کھینچ لیا۔

"میرے ساتھ تم بھی غارت ہو جاؤ گی میں کسی بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔"

"یعنی....!" ریکھا اٹھ بیٹھی۔

"یہاں کے سارے ملازموں کی نظر تم پر ہے۔"

ریکھا دانت پیستی ہوئی لیٹ گئی۔ پھر اس نے کمبل سے منہ نکال کر کہا۔ "ذرا یہاں سے فرصت ملے پھر تمہیں دیکھوں گی۔"

"چلو میری طرف سے فرصت ہی فرصت ہے۔ دیکھ لو۔"

ریکھا نے پھر کمبل منہ پر ڈال لیا۔

حمید نے پائپ سلگایا اور پھر خیالات کی وادیوں میں بھٹکنے لگا۔ یہ کہانی کہاں سے شروع ہوئی تھی۔ وہ اپنے بکرے کو غزلیں سنا رہا تھا۔ ایک لڑکی آئی اس کا دادا پاگل ہو گیا تھا۔ لڑکی کا خیال تھا کہ ذہنی فتور قدرتی نہیں ہے۔ یہ خیال اس لئے پیدا ہوا تھا کہ ایک سفید کشتی میں کسی آدمی کو دیکھ کر اُس کی حالت غیر ہو گئی تھی اور پھر اس کے بعد ہی اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔ لڑکی کے ساتھ وہ فن آئی لینڈ گئے وہاں فریدی ایک بندر کے پیچھے دوڑا۔ اسی جگہ سے فنچ کی کہانی اُبھری اور فریدی کو ڈاکٹر ڈریڈ کا خیال آیا۔ اب یہاں سے دو مختلف راستے شروع ہو گئے پتہ نہیں وہ دونوں اس بناء پر ارجن پورے والے مکان سے اٹھا لئے گئے تھے کہ فریدی کو فنچ کے متعلق کچھ معلوم ہو گیا تھا یا وہ واقعہ اس لئے پیش آیا تھا کہ وہ لڑکی انہیں اپنے گھر لے گئی تھی، ہو سکتا ہے کہ سر فیاض کی حیثیت اس کہانی میں محض بھلاوا ہو۔ وہ خواہ مخواہ اس طرح سامنے آ گیا ہو کہ اس پر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہونے کا شبہہ کیا جا سکے۔، اکثر ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں لیکن ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ اصل معاملات سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ اب رہا ڈاکٹر ڈریڈ کا مسئلہ تو یہ بھی حمید کی دانست میں محض خیال ہی خیال تھا۔ فریدی کے پاس اس بات کا کوئی واضح ثبوت نہیں ہو سکتا تھا کہ ڈاکٹر ڈریڈ بھی یہیں موجود ہے وہ تو صرف فنچ کی موجودگی کی بناء پر قیاس کر بیٹھا تھا۔ حمید اُسے قیاس ہی سمجھ رہا تھا۔

اس نے ریکھا کی طرف دیکھا جو کمبل سے منہ نکالے اُسے گھور رہی تھی۔

"سو جاؤ.... کلو کی ماں۔" حمید بڑے پیار سے بولا۔

ریکھا چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "حمید مجھے سنجیدگی سے بتاؤ کہ یہاں ہماری موجودگی کا کیا مقصد ہے۔"

"کیا تمہیں میری باتوں پر یقین نہیں ہے۔"

"تم کبھی سنجیدگی سے گفتگو نہیں کرتے۔"

"میں اس وقت قطعی سنجیدہ ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں بھی یہاں اس طرح آنے کے مقصد سے ناواقف ہوں۔"

"آخر فریدی صاحب تمہیں بھی اس طرح تاریکی میں کیوں رکھتے ہیں۔"

"ممکن ہے یہ بھی کسی قسم کا تجربہ ہو۔ ہو سکتا ہے وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ بے بسی کی موت کے وقت آدمی قاتل سے کالی نوس کا منجن مانگتا ہے یا ہدایت نامہ خاوند۔"

"پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔" ریکھا ہنسنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "سر فیاض تو چہرے سے

بیمار معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"ارے یہ لوگ تو مرنے کے بعد بھی بیمار نہیں معلوم ہوتے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ریکھا نے ہلکی سی کراہ کے ساتھ جماہی لی۔

"کاٹو گی کیا کلو کی ماں؟" حمید سہم کر پیچھے ہٹا اور ریکھا ہنس پڑی۔

"اب اگر تم نے کلو....!"

ریکھا کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا اور وہ بے ساختہ اچھل پڑی۔ حمید کا بھی یہی حال ہوا دروازے کی جھری سے کوئی چیز کھر کھراتی ہوئی فرش پر آگری تھی۔ حمید اس کی طرف جھپٹا۔ یہ ایک لفافہ تھا اُسے چاک کرنے پر کاغذ کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا جس پر تحریر تھا۔

"حمید توقع ہے کہ تم بہت زیادہ بور نہ ہوئے ہوگے، عمارت کے بائیں بازو سے ملا ہوا جو نیب کا درخت ہے اس پر چڑھ کر کھڑکی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تمہیں مسلح ہونا چاہئے۔ ریکھا سے کہو کہ کمرے سے باہر نہ نکلے.... کمرے کے اندر بیٹھ کر اسے کسی قسم کی تشویش نہ ہونی چاہئے۔ وہ ہر طرح محفوظ رہے گی۔"

تحریر فریدی کی تھی۔ حمید نے ایک طویل سانس لی اور خط ریکھا کے سامنے ڈالتا ہوا بولا۔

"اور اُس نیب کے درخت سے میں آسمان پر اٹھالیا جاؤں گا۔"

پانچ کروڑ

ریکھا نے کئی بار وہ تحریر دہرائی اور پھر جواب طلب نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

حمید نے اپنے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "میں کیا بتا سکتا ہوں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اگلے ماہ کی تنخواہ نیب کے درخت ہی پر وصول کروں گا یا وہ قبر میں پہنچائی جائے گی۔ البتہ تم جب تک کمرے میں رہو گی محفوظ رہو گی۔ بروز قیامت مجھے بتانا کہ پھر آسمان دیکھنا نصیب ہوا یا نہیں۔ کلو کی ماں۔"

"خدا سمجھے تم سے۔" ریکھا نے دانت پیس کر کہا۔ "تم ایسے مواقع پر بھی سنجیدگی اختیار نہیں کر سکتے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اپنے ریوالور کے چیمبر بھر رہا تھا۔ اس نے بہت سے فالتو راؤنڈ میلی واسکٹ کی جیبوں میں ٹھونسے۔ ریوالور کو اندرونی صدری کی جیب میں ڈالتا ہوا اٹھ گیا۔

"میں یہ مان ہی نہیں سکتی کہ تم حالات سے بے خبر ہو۔"

"کیوں نہیں مان سکتیں۔"

"یہ خط یہی بتاتا ہے کہ تمہیں پوری سچویشن کا علم ہے۔"

"سنو یہ کرنل فریدی کا معاملہ ہے اور تم کرنل کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔ میرا دن رات کا ساتھ ہے، لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ میں انہیں پہچان سکا ہوں، بس صرف ایک بات کی نصیحت کروں گا تمہیں اگر فریدی صاحب کے ساتھ کام کرنے کا شوق ہے تو اس سے زیادہ نہ کرو جتنا کہا گیا ہو، ورنہ موت تم سے زیادہ دور نہ ہوگی، ذرا سا چوکیں اور ماری گئیں۔"

"مجھے کب تک اس کمرے میں مقید رہنا پڑے گا۔"

"جب تک وہ پُر اسرار آدمی چاہے۔ تمہیں یہاں لانے کا مقصد اتنا ہی تھا کہ میری رسائی ہو جائے۔ اگر تم نہ ہوتیں تو اتنی آسانی سے یہاں جگہ بنالینا ممکن نہ ہوتا۔ اب صبر کرو۔ کلو کی ماں اور دیکھو کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"

ریکھا اُسے چند لمحے گھورتی رہی پھر بولی۔ "جاؤ.... دفع ہو جاؤ۔ میں اتنی کمزور دل کی نہیں ہوں جتنی تم سمجھتے ہو۔ میں صرف معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

حمید کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا۔

پائیں باغ میں اندھیرا تھا۔ کچھ دیر پہلے چاندنی کی گفتگو دراصل عشقیہ طرز تکلم کی پیروڈی تھی۔ ورنہ یہ تو قمری مہینے کی آخری راتیں تھیں۔ کہاں کا چاند اور کہاں کی چاندنی۔ حمید کے پیروں میں جوتے نہیں تھے اور وہ دبے پاؤں عمارت کے بائیں بازو کی طرف بڑھتا رہا۔ ابھی رات زیادہ نہیں گئی تھی، مگر چونکہ سردیوں کا زمانہ تھا اس لئے چاروں طرف صرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔ بس غنیمت یہی تھا کہ یہاں کتے نہیں تھے۔ ورنہ حمید اس طرح باہر نکلنے کی ہمت نہ کر سکتا، اور شاید اسی صورت میں فریدی بھی اس قسم کی کوئی اسکیم تیار نہ کرتا۔

سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ تقریباً دس منٹ بعد حمید نیب کے درخت تک پہنچ سکا۔ درخت کی ایک گھنی اور موٹی شاخ کھڑکی تک چلی گئی تھی چونکہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اس لئے اندر کی روشنی کی وجہ سے اس شاخ کا کچھ حصہ صاف نظر آرہا تھا۔

حمید بڑی آسانی سے درخت پر چڑھتا چلا گیا اس کے لئے اس نے خاصی مشق بہم پہنچائی تھی

مگر کھڑکی تک پہنچنا مشکل کام تھا کیونکہ شاخ کا کچھ حصہ روشنی میں تھا۔ حمید چند لمحے غور کرتا رہا پھر ایک دوسری شاخ پر اتر گیا جو اسی شاخ کے نیچے تھی۔ اس شاخ پر قدم جمائے ہوئے اوپری شاخ کے سہارے وہ کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ کبھی کبھی متحرک پرچھائیاں شاخ کے روشن حصے پر دکھائی دیتیں اس سے حمید نے اندازہ کر لیا تھا کہ کمرہ خالی نہیں ہے۔

آخر کار وہ کھڑکی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

کمرے میں تین آدمی تھے، جسٹس شرما اور سیٹھ نورانی شطرنج کھیل رہے تھے، تیسرا آدمی کھڑا ان کا کھیل دیکھ رہا تھا۔ یہ بیرسٹر طارق تھا۔

حمید سوچنے لگا کہیں فریدی نے مذاق تو نہیں کیا۔ یہ شریف آدمی شطرنج کھیل رہے ہیں پھر یہاں ایک سراغ رساں کا کیا کام۔

حمید واپسی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دروازے میں شیکھر دکھائی دیا۔

"کیوں شرما بازی ختم نہیں ہوئی۔" اس نے پوچھا۔

"ارے تمہیں تو ہر بات کی جلدی ہی پڑ جاتی ہے۔ کون سی آفت آ گئی ہے۔"

جسٹس شرما نے بساط پر نظر ہٹائے بغیر کہا۔ "بازی لمبی ہوتی جا رہی ہے یہ نورانی بڑا اچھا کھلاڑی ہے۔ بازی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم یہیں آ جاؤ نا۔"

"کچھ دیر پہلے ہم یہیں تو تھے۔ تم نے کہا بازی ختم کرنے کے بعد۔"

"کیوں....!" جسٹس شرما نے سیٹھ نورانی کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا خیال ہے، مہرے جمے رہنے دیں اور یہ کام بھی ہو جائے۔ نہ جانے اسے اتنی جلدی کیوں ہے نہ کہیں وہ بھاگا جاتا ہے اور نہ کہیں وہ بھاگی جاتی ہے۔"

"کر لیجئے.... کر لیجئے۔" سیٹھ نورانی سر ہلا کر بولا۔ "بازی جمی رہے گی۔"

"مسودہ تمہیں بنانا ہے، ورنہ میں خود ہی کر لیتا۔" رائے شیکھر نے کہا۔

"لاؤ بھی یار۔ جاؤ۔" جسٹس شرما نے کہا۔

رائے شیکھر چلا گیا۔

"مگر یار.... سیٹھ نورانی۔" جسٹس شرما بولا۔ "میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سر فیاض رائے شیکھر کا مقروض ہو گا اور حیرت ہے شیکھر پر جس نے یونہی کسی لکھا پڑھی کے بغیر اُسے پانچ کروڑ دے دیئے تھے۔"

"اپنا اپنا بیوپار ہے جج صاحب۔" سیٹھ نورانی بولا۔

"کمال ہے بھئی۔ میں تو پانچ ہزار بھی اتنے اعتماد کے ساتھ کسی کو نہیں دے سکتا۔"

"آپ بزنس مین نہیں ہیں۔" سیٹھ نورانی ہنس کر بولا۔

"اچھا ہی ہے کہ نہیں ہوں، ورنہ میں اس طرح پانچ کروڑ قرض دے کر وصول کرنے میں کامیاب نہ ہوتا۔ یہ سر فیاض کی شرافت ہے کہ وہ اپنے قرض دار ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ تم مجھے اس طرح پانچ کروڑ قرض دے کر دیکھو۔"

سیٹھ نورانی ہنسنے لگا۔

"نہیں۔ میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ میری نیت بگڑ جائے گی مجھے یقین ہے۔"

"ہمارا کروڑوں کا بزنس محض اعتبار پر چلتا ہے۔" سیٹھ نورانی نے فخریہ انداز میں کہا۔

"اتنے میں بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور رائے شیکھر کئی آدمیوں کے ساتھ داخل ہوا۔ یہ سر فیاض، بیرسٹر جعفری، سیٹھ نوشیرواں اور میجر سعید تھے۔ حمید جسٹس شرما اور سیٹھ نورانی کی گفتگو سے اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ سر فیاض اس وقت لازمی طور پر نشے میں ہوگا اور اسی پانچ کروڑ کی آڑ لے کر اس سے کسی قسم کی تحریر لی جائے گی، مگر سر فیاض کو دیکھ کر اُسے یہ خیال ترک کر دینا پڑا کیونکہ وہ نشے میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ رفتار و گفتار سے قطع نظر کر کے آنکھوں سے بھی نشے کی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے، لیکن اس کی آنکھوں سے بھی کسی ایسی کیفیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا جس کی بناء پر اس کا نشے میں ہونا ثابت ہو سکتا۔"

"یار فیاض.... یہ کیا قصہ ہے۔" جسٹس شرما نے پوچھا۔

"قصہ کیا ہوتا.... میں پانچ کروڑ کے عیوض اپنی ٹرینی گام والی کان شیکھر کے نام منتقل کر رہا ہوں۔"

"تم نے دس کروڑ روپے مجھ سے بھی تو لئے تھے۔" جسٹس شرما نے کہا۔ "اپنی دو چار کانیں میرے نام بھی منتقل کر دو۔"

"ضرور.... ضرور....!" سر فیاض نے ہنس کر کہا۔ "مگر اب اس کے بعد ایک ہی تو رہ جائے گی میرے پاس۔"

پھر وہ شیکھر کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہاں شیکھر.... میں ایک بار پھر سب کے سامنے دھراتا ہوں کہ ابھی اس کی کھدائی شروع ہوئی ہے۔ کچھ برآمد نہیں ہوا۔ میں یہ ابھی سے جتائے دیتا ہوں کہ اگر تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ اپنا اپنا مقدر ہے۔"

"نہیں..... میں نے کہا معاملہ صاف ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ بعد کو تم کہو کہ مجھے دھوکہ دیا گیا۔"

"یار بڑے چالاک ہو۔" جسٹس شرما نے کہا۔ "یہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ابھی کان سے کچھ بر آمد نہیں ہوا۔"

"اب اس میں چالاکی کہاں رہ گئی۔ جب میں نے کاروائی شروع ہونے سے قبل ہی حقیقت سے آگاہ کر دیا۔"

"آج کل میں جواریوں کی اسپرٹ میں کام کر رہا ہوں۔ شرما صاحب۔" شیکھر بولا۔

"کرو بھئی۔ ہاں تو مسودہ۔ مگر مسودہ مجھ سے بہتر طارق اور جعفری بنا سکتے ہیں۔"

"نہیں جناب۔" طارق بولا۔ "جائے استاد خالی است۔ آپ ہم سے زیادہ تجربہ کار اور قانون دان ہیں۔"

آخر شرما نے مسودہ ڈکٹیٹ کرانا شروع کیا۔ جعفری لکھ رہا تھا۔ مسودہ تیار ہو جانے کے بعد اسے اسٹامپ پر منتقل کیا گیا اور سر فیاض نے اس پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔

پھر حاضرین نے بحیثیت گواہان دستخط کئے اور کاروائی ختم ہو گئی۔

"مگر یہ بازی ختم نہ ہو گی۔" جسٹس شرما نے بساط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہئے تو ختم ہی ہو جائے۔"

"نہیں بھئی۔"

"اب زندگی بھر کھیلو شطرنج مجھے تو نیند آ رہی ہے۔" شیکھر نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُن دونوں کے علاوہ اور سب وہاں سے چلے گئے۔

حمید کا دل چاہا کہ درخت پر سے چھلانگ لگا دے اسے فریدی پر غصہ آ رہا تھا خواہ مخواہ اتنی دیر تک سردی میں ذبح کرتا رہا۔ یہاں ہوا ہی کیا تھا۔ یہ تو بالکل ہی کھلی ہوئی بات تھی کہ خود شیکھر ہی اُلو بن گیا تھا۔ ایک ایسی کان جس سے ابھی کچھ بھی بر آمد نہ ہوا کان ہی نہیں کہلائی جا سکتی۔ دفعتاً حمید کو وہ مجرم یاد آ گیا جسے وہ شروع سے آخری تک مظلوم ہی سمجھتا رہا تھا، لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی، وہ تو اس سے زیادہ خطرناک نکلا تھا جسے حمید مجرم سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔[1]

یہاں بھی بالکل ویسا ہی معاملہ درپیش تھا۔ ابھی تک وہ سر فیاض کو مظلوم سمجھتا رہا تھا مگر اس وقت اُسے شیکھر پر بے تحاشہ رحم آیا تھا پہلے اس کا خیال تھا کہ سر فیاض کو دل کھول کر پلائی گئی

---

[1] اس حیرت انگیز کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول جلد نمبر 14 (پُر ہول سناٹا) ملاحظہ فرمایئے۔

ہے اور اب اس سے کسی مسودہ پر دستخط لئے جائیں گے، لیکن اسکے برعکس اسے شیکھر ہی نشے میں معلوم ہو رہا تھا اور وہ سب کے سب بھی شیکھر کے اس مال کے قتل میں برابر کے شریک تھے۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ باغ کے کسی گوشے سے اُلو کی صدا ابھری تھی۔ وہ آواز پھر سنائی دی لیکن حمید ان کی گفتگو سننے کے لئے رک گیا ویسے اسے معلوم تھا کہ وہ فریدی ہی کی طرف سے ایک طرح کا سگنل ہو سکتا ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ خطرہ ٹل گیا یعنی اب وہ درخت سے اتر کر اپنے کمرے میں جا سکتا ہے۔

"یہ اُلو بولا تھا کیا۔" جسٹس شرما نے چونک کر کہا۔

"شیکھر سے حماقت ہی ایسی ہوئی ہے۔" سیٹھ نورانی مسکرایا۔ "اُلو نہ بولے گا تو پھر کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس وقت بہت زیادہ پی گیا ہے۔"

وہ پھر کھیل میں مشغول ہو گئے اور حمید درخت سے اُتر آیا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں دیکھ نہ لیا جائے۔ اس لئے تقریباً پندرہ منٹ بعد کمرے تک پہنچ سکا، اس نے دروازے پر دستک دی اور آہستہ سے بولا۔ "ریکھا دروازہ کھولو۔"

ریکھا شاید جاگ ہی رہی تھی کیونکہ حمید کو دوسری بار دستک دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دروازہ کھل گیا اور حمید اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا۔" ریکھا نے پوچھا۔

"ڈبل نمونیہ۔" حمید نے جھلا کر کہا۔ اس پر ریکھا نے اُسے ایک لفافہ نکال کر دیا۔ یہ فریدی کی دوسری تحریر تھی۔ بس اتنا ہی لکھا تھا "تم لوگ دوسری ہدایت تک یہیں قیام کرو گے۔"

"اب انتقال ہو گیا۔" حمید نے اُسے پرچہ واپس کرتے ہوئے کہا۔ "کلو کی ماں اگر میں سچ مچ مر جاؤں تو کلو کو میرے ساتھ ہی دفن کر دینا اور تم فلمستار ہو جانا۔"

"کیا بک رہے ہو۔ بتاؤ کیا ہوا۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ کیا ہوا۔ بس یہ سمجھ لو برق سی اک چمک گئی میرے سر نیاز میں۔"

"بکواس ہی کئے جاؤ گے۔"

حمید چارپائی پر گر کر لحاف میں دبک گیا۔ ریکھا کھڑی رہی۔ کچھ دیر بعد جب سردی کا احساس کچھ کم ہوا تو حمید نے لحاف سے منہ نکال کر کہا۔ "میں پھر پاگل ہو گیا ہوں۔"

"کیوں....!"

حمید نے مختصراً پوری روئداد دہراتے ہوئے کہا۔ "اب تم خود ہی بتاؤ۔ میں بکواس نہ کروں تو

کیا دل ہی دل میں جھلس کر ٹی بی مول لوں۔"

"واقعی یہ معاملہ حیرت انگیز ہے۔"

"کچھ بھی نہیں۔ وہ سب بھی پاگل ہو گئے ہیں۔ یہ شیکھر محل نہیں بلکہ خچر محل ہے۔ اتنا غصہ آیا ہے مجھ کو اس وقت کہ اگر پھانسی کا ڈر نہ ہوتا تو اپنے کو گولی مار لیتا۔ یہ سالا.... سر فیاض ابھی دو دن پہلے بڑا چیخا کرتا تھا.... ارے بوند.... آئی.... ارے بوند.... آئی۔"

"کیا مطلب۔"

"اب سو بھی جاؤ۔ کلو کی ماں۔"

حمید نے لحاف اوپر کھینچ لیا۔

دوسری صبح حالات معمول پر تھے۔ حمید کو کوئی خاص فرق نہیں محسوس ہوا۔ لیکن پھر کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ اب سر فیاض شیکھر محل میں موجود نہیں ہے۔ وہ کسی ضروری کام کے یاد آجانے کی بناء پر وقت سے پہلے ہی چلا گیا تھا، ورنہ وہاں کم از کم پانچ دن قیام کرنے کا پروگرام تھا۔

حمید کو اب اندر ہی رہنا پڑتا تھا کیونکہ اسے جسٹس شرما کی خدمت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ اس وقت جب کہ وہ ان کے کپڑوں میں تہہ لگا رہا تھا شیکھر بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"چوری۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"کیا؟" جسٹس شرما چونک پڑے۔

"کسی نے سیف کا تالا توڑ دیا۔"

"اوہ.... اور سیف خالی ہے۔"

"نہیں صرف کاغذات غائب ہیں جو پچھلی رات مرتب کئے گئے تھے۔"

"اور خلاف توقع سر فیاض بھی چلا گیا۔"

"ہاں.... وہ بھی گیا۔ مگر اس پر شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں؟ ہو سکتا ہے.... بعد میں اس کی نیت میں فتور آ گیا ہو۔ تم نے وہ پانچ کروڑ پر ونوٹ پر تو دیئے نہیں تھے۔ ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ اس طرح یہ روپے ہضم ہی کر لئے جائیں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ فیاض ایسا آدمی نہیں ہے اور پھر میں نے ابھی اس سے فون پر گفتگو کی ہے، وہ کہتا ہے پرواہ نہ کرو۔ دوسرے کاغذات تیار ہو جائیں گے، کہو تو ابھی آجاؤں۔"

"تب پھر پریشانی کی کیا بات ہے۔" شرما نے جھلا کر کہا۔ "کاغذات بھی دوبارہ تیار ہو جائیں گے اور سیف کی دوسری چیزیں بھی محفوظ ہیں۔"

"کچھ نہیں فکر صرف اس بات کی ہے کہ آخر ان کاغذات کی چوری کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

"کیا ان کی چوری سے تمہیں نقصان کا خدشہ ہے۔"

"قطعی نہیں۔"

"تب پھر وہ کسی ایسے آدمی کی حرکت ہے جو تم سے زیادہ پاگل ہے۔"

"مجھ سے زیادہ۔ میں نہیں سمجھا۔" شیکھر نے حیرت سے کہا۔

"کیا تم پاگل نہیں ہو۔ ایک ایسی کان پانچ کروڑ کے عیوض خرید رہے ہو جس سے ابھی کچھ بھی نہیں بر آمد ہو سکا۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ آج کل میں اندھی چال چل رہا ہوں۔ میرے ستارے آج کل کچھ ایسے ہی جا رہے ہیں۔ ابھی تک کسی اندھی چال میں دھوکا نہیں کھایا۔"

جسٹس شرما خاموش ہو گئے۔ رائے شیکھر تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر کمرے سے چلا گیا۔

حمید کپڑے تہہ کر کے سوٹ کیس میں رکھ چکا تھا اس لئے اسے بھی باہر آجانا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس چوری کا شبہہ اس پر نہ کیا جائے کیونکہ وہ وہاں بالکل نیا تھا لیکن شاید شیکھر کو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ وہ نیا ہے یا پرانا۔ اس نے اس چوری کے متعلق نوکروں سے بھی کچھ نہیں سنا۔ بہر حال وہ پھر دن بھر ادھر اُدھر جھک مارتا پھرا۔

ریکھا الگ بور نظر آرہی تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اگر حمید بات بات پر اُسے چھیڑ کر ہنساتا نہ رہتا تو شائد وہ پاگل ہی ہو جاتی۔

رات کو حمید نے پھر فریدی کی ایک تحریر پائی۔

"آج آخری سین کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بہت ہوشیار رہنا۔ ہو سکتا ہے آج تم موقعہ واردات ہی پر موجود ہو۔"

دھواں

نو بجے حمید کو اندر جانا پڑا کیونکہ کھانے کے بعد جسٹس شرما کے کمرے میں کافی پہنچانی تھی۔ اسے پورچ میں سر فیاض ملا جس کے ساتھ اس کا پرائیویٹ سیکریٹری مخدوم بھی تھا۔ وہ ابھی ابھی

اپنی کار سے اترا تھا اور کچھ اتنا مضمحل اور کمزور نظر آرہا تھا کہ چلنے کے لئے اسے مخدوم کے سہارے کی ضرورت تھی۔ حمید اس پر متحیر رہ گیا۔ پچھلی رات تو وہ خاصا تر و تازہ نظر آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جوانی دوبارہ لوٹ آئی ہو۔ حمید انہیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ کچن سے کافی لی اور جسٹس شرما کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

نہ جانے کیوں جسٹس شرما نے کافی پی چکنے کے بعد اسے وہیں روکے رکھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ پہچان تو نہیں لیا گیا۔ ریوالور اس کی صدری کی جیب میں موجود تھا اسے اطمینان تھا کہ اگر پہچان بھی لیا گیا ہو تو کم از کم مقابلہ تو کر ہی سکے گا۔

تھوڑی دیر بعد شیکھر کمرے میں آیا اور اس نے بتایا کہ کاغذات پھر تیار کر لئے گئے ہیں صرف گواہوں کے دستخط ہونے باقی ہیں۔ جسٹس شرما نے اٹھتے اٹھتے حمید کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور آج اس محفل میں صرف ایک کا اضافہ تھا لیکن چونکہ یہ ایک گھریلو قسم کا معاملہ تھا اس لئے اس میں اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ آج شاید وہ انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہ گیا تھا اس لئے اب بھی وہیں موجود تھا جہاں سب لوگ تھے۔

سر فیاض کو دیکھ کر ایک بار پھر حمید حیرت زدہ ہو گیا۔ یہ وہ سر فیاض ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جسے حمید نے کچھ دیر پہلے پورچ میں دیکھا تھا۔ وہ جو کچھ دیر پہلے سالہا سال کا مریض معلوم ہوا تھا اس وقت کسی تندرست اور توانا آدمی کی طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔

سب سے پہلے اس نے اسٹامپ دستخط کئے پھر گواہوں نے یکے بعد دیگرے کل ہی کی طرح اپنی شہادتیں ثبت کیں۔ پھر رائے شیکھر اسے اٹھانے ہی والا تھا کہ میجر سعید نے اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی نہیں۔"

"کیا مطلب.....!" دفعتاً رائے شیکھر چونک پڑا۔

"کچھ نہیں۔ صرف آدھے گھنٹے تک یہ کاغذ میرے ہاتھ کے نیچے دبا رہے گا۔"

"کیا تم زیادہ پی گئے ہو میجر سعید۔" رائے شیکھر نے ایسی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جسے اعصابی کھنچاؤ ہی کا نتیجہ کہا جا سکتا تھا۔

"یہی سمجھ لو۔" میجر سعید نے کہا اور اسٹامپ اٹھا کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔

رائے شیکھر اُسے اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آرہا ہو۔

"اوہ.... آپ چلئے۔" مخدوم نے سر فیاض کی طرف جھک کر کہا۔ "زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا آپ کے لئے مضر ہے۔"

"سر فیاض کو آدھے گھنٹے تک یہیں اسی جگہ بیٹھنا پڑے گا۔" میجر سعید بولا۔

"کیوں....!" سر فیاض نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کیونکہ آدھے گھنٹے بعد سر فیاض اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیں گے۔"

"سعید تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" رائے شیکھر غرایا۔ "لاؤ دستاویز مجھے دو۔ ورنہ تم میری ہی چھت کے نیچے ہو۔"

"اور یہ واقعی ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہو گی۔ اگر تمہاری ہی چھت کے نیچے تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔"

"ہوش کی دوا کرو۔" رائے شیکھر بپھر گیا۔

اب حمید نے فریدی کی آواز پہچان لی تھی۔ یہ میجر سعید نہیں بلکہ فریدی تھا۔

دفعتاً اس نے اپنی صدری کی جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے۔"

"یہ کیسا پاگل پن پھیل گیا ہے۔" رائے شیکھر میز پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"یور لارڈ شپ....!" فریدی نے جسٹس شرما کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کاروائی جاری رہے۔" جسٹس شرما کے لہجے میں بڑی تلخی تھی۔

رائے شیکھر بُری طرح بوکھلا گیا تھا لیکن فریدی کی نظریں چارلس پر تھیں جو ایسے بے تعلقانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا جیسے وہاں کسی ڈرامے کا ریہرسل ہو رہا ہو۔

"تم چارلس براؤن۔ کیا اپنی جامہ تلاشی دے سکو گے۔" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"اوہ.... ضرور.... ضرور....!" چارلس براؤن اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "اس وقت میرے جیب میں زیادہ رقم نہیں ہے۔"

فریدی اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس نے کہا ٹھہرو۔ "مجھے ایک گلاس پانی پی لینے دو۔" ساتھ ہی اس نے میز پر رکھا ہوا گلاس اٹھا لیا جس میں پانی تھا وہ اسے منہ تک لیجاتا ہوا فریدی کو آدھ کھلی آنکھوں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس نے گلاس ہونٹوں تک لے جا کر پھر میز پر رکھ دیا اور آہستہ سے بولا "میں جا رہا ہوں۔"

فریدی نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن ٹھیک اسی وقت میز پر رکھے ہوئے گلاس سے دھوئیں کا ایک بھپکا سا اٹھا اور میز کی سطح سے چار فٹ کی بلندی پر پہنچ کر اس نے اتنے حیرت انگیز طور پر وسعت اختیار کی کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکے۔ چشم زدن میں سارا کمرہ دھوئیں سے بھر گیا۔

پھر کسی کو ہوش نہیں کہ کون کدھر گیا۔

حمید بھی جدھر منہ اٹھا نکل گیا لیکن وہ اس فکر میں تھا کہ کوئی نکل کر نہ جانے پائے وہ تو یہ بھی نہ جانتا تھا کہ ان میں سے کوئی ایک مجرم تھا وہ سب ہی ایک مقصد کے تحت وہاں اکٹھے ہوئے تھے وہ مختلف کمروں میں چکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

یہاں پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ فریدی پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ مگر آیا کہاں سے تھا وہ تو شروع ہی سے یہاں رہا تھا۔

جیسے ہی اس نے دروازے سے باہر قدم نکالنا چاہا ایک ریوالور کی نال اس کے سینے سے آ لگی۔ وہ ایک سادہ لباس والا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "کیا ہر دروازے پر یہی انتظام ہے۔"

حمید کی آواز پہچانتے ہی اس نے ریوالور ہٹا کر کہا۔ "جی ہاں۔"

"کیا کوئی نکل کر بھی گیا ہے۔"

"میں نے تو نہیں دیکھا۔ مگر ٹھہریئے۔ میں نے بھاگے ہوئے قدموں کی آوازیں سنی تھیں، لیکن اندازہ نہیں کر سکا کہ کون کدھر جا رہا ہے۔"

"تو پھر کیا تم جھک مارنے کے لئے یہاں کھڑے ہو۔"

"جناب والا.... یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہے تھے۔"

حمید پھر واپس آ گیا۔ وہ ننگے پیر ہی چل رہا تھا۔ اس لئے اس کے پیروں کی آواز قریب سے بھی نہیں سنی جا سکتی تھی۔

اس نے ایک کمرے میں مخدوم کی آواز سنی اور پھر وہ دوسری طرف منہ کئے ہوئے الٹا چلتا ہوا دروازے سے نکلا اور پھر دروازہ بند ہی کرنے جا رہا تھا کہ حمید نے اُسے پکڑ لیا۔ مخدوم کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ دوسروں کو اس کی زد میں لے کر فرار ہو جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ مگر مخدوم کی گرفت مضبوط تھی۔ اس جدوجہد میں ریوالور چل گیا اور ایک بڑے تصویری فریم کا شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پر بکھر گیا۔ حمید نے اُسے گرا لیا تھا لیکن اس سے ریوالور چھیننے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوا تھا۔

کمرے سے دوسرے لوگ بھی نکلنے لگے اور انہوں نے حمید کے احتجاج کے باوجود بھی مخدوم پر دھاوا بول دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کے ہوش ہی اڑ گئے ہوں گے۔ ریوالور کا دھیان کہاں سے رہ جاتا۔ ذرا ہی سی دیر میں اُسے باندھ کر ایک طرف ڈال دیا گیا۔

سر فیاض ایک آرام کرسی پر پڑا ہوا یہ سب کچھ بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگتا۔

حمید نے رائے شیکھر کی طرف دیکھا، جو سر جھکائے دم بخود کھڑا تھا۔

"کرنل فریدی کہاں ہیں۔" جسٹس شرما نے حمید کو مخاطب کیا۔

"مجھے علم نہیں ہے جناب والا! ممکن ہے وہ اس کے تعاقب میں ہوں۔"

"وہ حقیقتاً کون تھا۔"

"یہ بھی کرنل صاحب ہی بتا سکیں گے۔"

دفعتاً سر فیاض نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھیں بند کر کے گردن ایک طرف ڈال دی اس کے چہرے کا رنگ اڑتا جا رہا تھا پھر انہوں نے ایک ہلکی سی کراہ سنی۔

وہ پھر مریض معلوم ہونے لگا تھا۔ تقریباً دس منٹ تک یہی کیفیت رہی پھر اس نے ایک کراہ کے ساتھ آنکھیں کھولیں اور حیران حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ہائیں.... یہ مخدوم کو کیا ہوا؟" اس نے سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اُس نے رائے شیکھر کو مخاطب کیا۔ "یہ کیا ہے رائے شیکھر! تم نے مجھے کیوں بلوایا تھا۔ کب کی دشمنی نکالی ہے کیا کبھی میرا اور تمہارا کوئی جھگڑا ہوا ہے۔"

رائے شیکھر اسی انداز میں سر جھکائے کھڑا رہا۔ غالباً اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

دفعتاً کرنل فریدی کمرے میں داخل ہوا۔ اب اس کے چہرے پر میجر سعید کی فرنچ کٹ ڈاڑھی اور گھنی مونچھیں نہیں تھیں۔ وہ اپنی اصلی شکل میں تھا۔

"کیوں....؟" شرما نے پوچھا۔

"وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک گلاس پانی سے اتنا فائدہ اٹھائے گا۔"

"وہ دھواں کیسا تھا۔"

"خدا جانے۔" اس نے لاپروائی سے کہا اور سر فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔

"سر فیاض۔ کیا آپ کبھی رائے شیکھر کے پانچ کروڑ کے مقروض بھی رہے ہیں۔"

"کون کہتا ہے۔" سر فیاض نے حیرت سے کہا۔ "کیا اس قسم کی کوئی لغویات رائے شیکھر نے کہی ہے۔"

"نہیں.... اس کا تحریری اعتراف تو خود آپ ہی نے کیا ہے۔"

"میں نے۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم لوگ میرا مذاق اڑانے پر تل گئے ہو۔ یہ کیا بکواس ہے۔"

فریدی نے جیب سے وہی دستاویز نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ سر فیاض اسے دیکھتا رہا۔ پھر یک بیک چیخنے لگا۔

"یہ جعلی ہے۔ فریب ہے۔ تم لوگ ٹھگ ہو۔ مجھے برباد کر دیا۔ ٹرینی گام والی کان۔ میرے خدا۔ مخدوم.... او مخدوم.... یہ کیا قصہ ہے۔"

مخدوم بھی خاموش ہی رہا۔

"جسٹس شرما۔ کیا آپ بھی ان ٹھگوں کے ساتھ ہیں۔" سر فیاض نے بڑے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں سر فیاض۔ لیکن آپ نے میرے سامنے اس پر دستخط کئے تھے۔"

"مخدوم.... ارے بولتا کیوں نہیں مجھے یہاں کیوں لایا تھا۔"

"کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ یہ آپ کے دستخط ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں یہ میرے ہی دستخط ہیں اور کسی انتہائی مشاق آدمی نے بنائے ہیں۔ میں اس دستاویز کو عدالت میں چیلنج کروں گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ ایکسپرٹ آپ کی مخالفت میں فیصلہ کریں گے۔ کیونکہ یہ دستخط آپ نے اپنے ہاتھ سے کئے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر۔ کرنل فریدی۔"

"کرنل فریدی۔" سر فیاض نے حیرت سے کہا۔ "تمہارے متعلق تو میں نے سنا تھا کہ تم شریف اور ایمان دار آدمی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ نے ٹھیک ہی سنا ہے۔" جسٹس شرما نے کہا۔ "آپ ایک بہت بڑی سازش کا شکار ہوتے ہوتے بچ گئے۔ یہ کرنل فریدی ہی کی ذہانت تھی جس نے آپ کو بچالیا۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ پتہ نہیں کس قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔" سر فیاض نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ وہ اب پہلے کی نسبت زیادہ بوڑھا معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ کہانی آپ مخدوم ہی سے سنئے گا۔" فریدی نے کہا اور حمید سے بولا۔ "مخدوم کو کھڑا کرو۔"

مخدوم بہت دیر بعد بولنے پر آمادہ ہوا۔ یہ بھی کرنل فریدی ہی تھا جس نے اپنے مخصوص

نفسیاتی طریقوں سے اعتراف جرم کرالیا ورنہ کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں تھی۔ مخدوم نے بتایا کہ ٹرینی گام والی کان کی کھدائی اسی کی نگرانی میں شروع ہوئی تھی۔ ایک غیر ملکی انجینئر ٹیکنیکل معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اچانک ایک دن اُس نے مخدوم کو اطلاع دی کہ اس کان سے پلاٹینم برآمد ہونے کی توقع ہے۔ اُس کے ساتھ یہ آدمی چارلس براؤن بھی آیا تھا۔ اس نے مخدوم کو سمجھانا شروع کیا کہ آدمی کو موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ پھر اس نے یہ اسکیم بنائی جس کے تحت وہ کان مفت میں ہاتھ آتی۔ اس اسکیم میں چارلس براؤن مخدوم ٹیکنیکل مشیر سیل پیٹرک اور رائے شیکھر شریک تھے۔ رائے شیکھر کو اس لئے منتخب کیا گیا تھا کہ بعد میں عدالت کو باور کرانے میں دشواری پیش نہ آئے کیونکہ وہ ایک مقامی سرمایہ دار تھا۔

سر فیاض سے دستاویز لکھوانے کے لئے بہت پاپڑ بیلنے پڑے۔ جس کیفیت کے تحت اس نے دستاویز پر دستخط کئے تھے وہ ایک انجکشن کا اثر تھا اس کیفیت کے زائل ہو جانے کے بعد وہ قطعی بھول جاتا تھا کہ وہ اس ذہنی دور میں کیا کر چکا ہے۔ جو کچھ اس کے ذہن نشین کرایا جاتا وہ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کر سکتا۔ اس انجکشن کو اس کے سسٹم پر اثر انداز کرانے کے لئے کئی تجربات سے گزارنا پڑا تھا۔ کئی ماہ قبل جب اسے پہلا انجکشن دیا گیا تو اس کے ہاتھ پیر ایک کرسی سے باندھ دیئے گئے تھے۔ سر پر ایک ہانڈی اس طرح لٹکائی گئی تھی کہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پانی کی ایک بوند اس کے سر پر ٹپکتی رہے وہ وہی موقع تھا جب وہ تار جام جانے کے لئے کہیں غائب ہو گیا تھا۔ بہر حال جب انجکشن کئی بار کے تجربات سے اس کے سسٹم پر اچھی طرح اثر انداز ہو گیا تو دستاویز پر دستخط لینے کی مہم شروع کی گئی۔ رائے شیکھر نے اپنے چند معزز دوستوں کے ساتھ سر فیاض کو مدعو کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کی موجودگی میں کاغذات مرتب کئے جائیں۔ ججوں اور بیرسٹروں کی ان پر شہادت ہو تاکہ انہیں کسی طرح بھی باطل قرار نہ دیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ وہ رائے شیکھر کے یہ معزز دوست اس سازش سے آگاہ نہیں تھے۔ انہوں نے اُسے ہوش و حواس میں کاغذات پر دستخط کرتے دیکھا تھا۔ ایسی صورت میں سر فیاض دنیا کی کسی عدالت سے بھی اپنے حق میں فیصلہ نہ کرا سکتا اور پلاٹینم کی کان ان لوگوں کے ہاتھ لگتی۔

سر فیاض چکرا گیا۔ کبھی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مخدوم کی طرف دیکھتا اور کبھی رائے شیکھر کی طرف۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "میرے گناہوں کا ثمرہ.... یہ مخدوم.... میرا ہی لڑکا ہے.... مگر غیر قانونی....!"

"اوہ.... چپ رہو سور....!" مخدوم گرجا۔ "میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ اگر تم نے دوبارہ

یہ الفاظ زبان سے نکالے۔"

دفعتاً فریدی کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور اس نے سر فیاض کو گھور کر دیکھا۔

پھر اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تمہاری جائز اولاد، ٹرینی گام کی پلاٹینم کی کان کی جائز حقدار ہے لہٰذا ناجائز اولاد نے اُسے حاصل کرنے کے لئے ناجائز طریقہ اختیار کیا۔ ناجائزہ اولاد سے تم اور کس بات کی توقع رکھتے ہو سر فیاض۔ یہ تو پورا پورا انصاف ہو رہا تھا تمہارے ساتھ کیپٹن حمید مخدوم کو کھول دو۔"

"ہائیں.... ہائیں.... یہ کیا....!" جسٹس شرما بے ساختہ بولے۔

"انصاف می لارڈ....!"

"کس قانون کی رو سے۔"

"یہ اسی قانون کی رو سے می لارڈ۔ جس قانون کی رو سے اس ناجائزہ اولاد نے جنم لیا تھا۔ کیا یہ زبردستی عالم وجود میں آ گیا تھا۔"

"تم شاعری کرنے لگے۔"

"اسے آپ جو کچھ بھی سمجھیں دونوں دستاویزیں میرے ہی پاس ہیں اور یہ ہر حال میں مخدوم کے حق میں استعمال کی جائیں گی۔ سر فیاض کو کھلی ہوئی اجازت ہے کہ وہ عدالتوں میں صفائیاں پیش کرتے پھریں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے ٹرینی گام کی کان انکے ہاتھ نہ آ سکے گی۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔"

"می لارڈ.... جو کچھ آپ سمجھیں۔"

"کچھ نہیں....!" سر فیاض مجنونانہ انداز میں اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے نہ چاہئے.... مجھے نہ چاہئے۔" پھر اس نے مخدوم کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میرے بیٹے.... مجھے معاف کرنا.... از خود رفتگی میں یہ بات میری زبان سے نکل گئی تھی.... مجھے کچھ نہ چاہئے۔ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ کسی سے بھی نہیں۔ میں کسی عدالت میں صفائی نہیں پیش کروں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

مخدوم نے اس کی طرف بڑھنا چاہا۔ مگر فریدی اُسے روک کر بولا۔ "ٹھہرو! ٹرینی گام کے علاوہ بھی ایک معاملہ اور ہے۔ اس دن سفید کشتی میں کسے دیکھ کر سر فیاض کی حالت بگڑ گئی تھی۔"

"چارلس براؤن کو۔ وہ اس وقت انجکشن کے اثر میں نہیں تھے۔ لیکن اب انہیں یہ بھی یاد نہیں ہے کہ انہوں نے کسی کشتی میں کسی کو دیکھا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس ذہنی تبدیلی کی وجہ کیا تھی۔"

"میں تمہیں صرف اس جرم میں حراست میں لیتا ہوں کہ تم ایک بین الاقوامی مجرم ڈاکٹر ریڈ کے مددگار رہے ہو۔"

"ڈاکٹر ڈریڈ.....!" ہر ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کیا وہ ڈاکٹر ڈریڈ تھا۔" جسٹس شرما نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں اور اس کا احساس مجھے اس وقت ہو سکا جب گلاس سے دھواں اٹھا تھا۔ اس قسم کے شعبدوں کے لئے وہ خاص طور پر مشہور ہے اور یہی شعبدے اسے اب تک قانون کے شکنجوں سے بچاتے رہے ہیں۔ خیر۔ رائے شیکھر مجھے افسوس ہے کہ آپ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ میں مجبور ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ عدالت میں بری ہو جائیں۔ اس وقت تک یہ دستاویز ہز لارڈ شپ کے پاس رہیں گی۔"

"میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔" جسٹس شرما نے کہا۔

"پھر یہ فی الحال کسی بینک میں رہیں گی۔"

"کیوں نہ اس قصے ہی کو ختم کر دو۔ سر فیاض ہی کو جب کسی سے کوئی شکایت نہیں رہ گئی تو قصہ آگے کیوں بڑھے اور ڈاکٹر ڈریڈ بھی نکل ہی گیا۔ ظاہر ہے یہ لوگ یہ نہ جانتے رہے ہوں کہ وہ ڈاکٹر ڈریڈ تھا۔"

"قطعی نہیں حضور والا۔" مخدوم بولا۔

"پھر کیا رائے ہے۔" جسٹس شرما نے فریدی سے پوچھا۔

"جو آپ مناسب سمجھیں۔ ٹرینی گام کی کان سے تو مخدوم ہی کو فائدہ پہنچتا ہے۔"

"نہیں! اس قصے کو بھی ختم کر دو۔ کیوں مخدوم۔ دستاویزیں ضائع کر دی جائیں نا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جناب عالی۔"

"چلو.... ختم کرو۔"

جسٹس شرما نے دستاویزیں فریدی سے لے کر آتش دان میں ڈال دیں۔

دوسرے دن حمید کو معلوم ہو سکا کہ میجر سعید فریدی کے گہرے دوستوں میں سے تھا اور اُس نے اُسے بڑی خوشی سے اجازت دے دی تھی کہ وہ اسکارول ادا کرے اور خود روپوش ہو گیا تھا۔

حمید ریکھا کو اب بھی کلو کی ماں کہتا ہے اور وہ سر تا بقدم آتش فشاں بن جاتی ہے۔